34

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

8 ستمبر 2004ء — 22 رجب المرجب 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

شوکت عزیز اور سودی نظام کا خاتمہ

کائنات کے اصل اور عظیم تر حقائق!

چھتیس خوبیاں، چھتیس خامیاں

بھٹو، ضیاء اور مشرف
سوشلزم، اسلام اور سیکولرازم کے دشمن

غلامی کسے کہتے ہیں؟

آؤ اُمّہ اُمّہ کھیلیں

صوبہ سرحد کا بجٹ اور
مرحلہ وار سود کا خاتمہ

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

مولانا امین احسن اصلاحی کا قولِ فیصل

گھر کے اندر اور باھر کے پردے کے ضمن میں سورۂ نور کی آیات 30 اور 31 کی تفسیر کے آخر میں مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کا قولِ فیصل یوں مرقوم ھے:

''اوپر کی دونوں آیتوں میں مردوں اور عورتوں دونوں کو جو ہدایت دی گئی ہے۔ سیاق وسباق اور آیات کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ گھروں کے اندر کے پردے سے متعلق ہیں۔ رہا یہ سوال کہ کسی عورت کو کسی ضرورت سے گھر سے باہر قدم نکالنا پڑے تو اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے؟ اس سوال کا جواب یہاں نہیں دیا گیا ہے۔ اس کا جواب سورۂ احزاب میں آئے گا۔ ان شاء اللہ ہم وہاں اس پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ ویسے ہم نے قرآن اور پردہ' کے عنوان سے ایک الگ رسالہ بھی لکھ دیا ہے جس میں قرآن کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ اندر اور باہر دونوں صورتوں کے لئے قرآن نے پردے کے نہایت قطعی احکام دیئے ہیں۔ تفصیل کے طالب اس رسالہ کو پڑھیں۔ ان روشن احکام کے بعد بھی جن لوگوں کو قرآن میں پردے کا حکم کہیں نظر نہیں آتا، ان کے بارے میں اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ان کو غیر محرم عورتوں سے جس غضِ بصر کی ہدایت فرمائی تھی، وہ غضِ بصر اُن حضرات نے قرآن سے کرلیا ہے۔ یہ لوگ قرآن کو چومتے تو بڑی عقیدت سے ہیں لیکن آنکھیں بند کر کے اور پھر چومنے کے بعد ان کو شاید باری پتھر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں!

(ماخذ ''تدبر قرآن'' جلد چہارم، شائع کردہ ''فاران ایڈیشن'' 1982ء)

سورۃ آل عمران (آیات 81 تا 85)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ
عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا قَالَ فَاشۡہَدُوۡا وَاَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنۡ تَوَلّٰی بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰہِ یَبۡغُوۡنَ
وَلَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّکَرۡہًا وَّاِلَیۡہِ یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾ قُلۡ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ
وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَعِیۡسٰی وَالنَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ ۫ وَنَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ
دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾﴾

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا)' اُنہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (اللہ نے فرمایا) کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ بدکردار ہیں' کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُن کی اولاد پر اُترے اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو پروردگار کی طرف سے ملیں سب پر ایمان لائے۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔''

اور یاد کرو جب اللہ نے تمام انبیاء سے ایک عہد لیا تھا کہ جب بھی میں تمہیں کتاب دوں گا اور حکمت دوں گا پھر تمہارے پاس کوئی نیا رسول آجائے جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے یعنی کتاب اللہ تو تمہیں لازماً اس پر ایمان لانا ہوگا اور اُس کی مدد کرنا ہوگی۔ انبیاء کا ایک سلسلہ چل رہا تھا۔ ہر نبی آگے آنے والے نبی کی پیش گوئی کر کے گیا تھا۔ یہ ختم نبوت کے بارے میں بڑی ٹھوس دلیل ہے کہ قرآن و حدیث میں کسی بعد میں آنے والے رسول کا ذکر نہیں بلکہ اس کے برعکس یہ ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی ہے ورنہ اس سے پہلے تمام انبیاء بعد میں آنے والے کی بشارت دیتے رہے تا آنکہ حضرت مسیح نے حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دی۔ یہ بشارتیں تمام انبیاء کی کتابوں میں موجود ہیں۔ انجیل برنباس میں تو کثرت سے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت موجود ہے مگر باقی انجیلوں میں سے یہ مضمون نکال دیا گیا ہے۔

اللہ نے فرمایا اے انبیاء کیا تم نے اقرار کیا ہے یعنی ہمارے بعد جو نبی آئے گا ہم اُس کی تصدیق کریں گے اور اس کی نصرت کریں گے اور اس عہد پر میری ذمہ داری قبول کرلی ہے؟ یہ اقرار کہاں کیا گیا؟ یہ اقرار عالم ارواح میں ہوا جہاں تمام انبیاء اکٹھے تھے۔

پھر سب نے جواب دیا' ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ یہ اُسی طرح کا معاملہ ہے جسے ہم سب عالم ارواح میں الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہہ کر آئے ہیں۔ تو انبیاء سے عالم ارواح میں یہ اضافی عہد لیا گیا کہ اگر میں تمہیں نبی بنا کر بھیجوں گا تو تمہیں اپنے لوگوں کو یہ کہہ کر جانا ہے کہ بعد میں آنے والے (نبی) کی نصرت کرنا اور اُس پر ایمان لانا۔ انبیاء کی ارواح کے اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اب تم بھی گواہ رہو اور میں بھی گواہ ہوں۔ تو اب اس کے بعد جس نے بھی منہ موڑ لیا یقیناً وہی سرکش اور ناہنجار ہیں۔

تو کیا یہ اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں۔ جبکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے چاہے خوشی سے اور چاہے مجبوراً۔ اور اُسی کی طرف ان سب کو لوٹایا جائے گا۔ یہاں سورۃ البقرہ کے سولھویں رکوع کی آیت تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ آرہی ہے۔ کہیے ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم' اسماعیل' اسحٰق' یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور ہم اُس پر بھی ایمان لائے ہیں جو موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کو اُن کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی ایک کے مابین بھی کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اور جو کوئی اس اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرے گا اللہ اُسے اس کی جانب سے قبول نہیں کرے گا اور پھر آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو کر رہے گا۔

فرمانِ نبویؐ

عیادت کی فضیلت

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ جابرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَزَلْ یَخُوْضُ الرَّحْمَۃَ حَتّٰی یَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اِغْتَمَسَ فِیْھَا)) (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کو چل پڑتا ہے اللہ کی رحمت اسے گھیر لیتی ہے جب تک کہ وہ اس کے پاس بیٹھ نہ جائے جب وہ اس کے پاس بیٹھتا ہے تو اللہ کی رحمت میں غوطے لگاتا ہے''۔

اداریہ

شوکت عزیز اور سُودی نظام کا خاتمہ

قومی اسمبلی نے جمعہ 27 اگست کو جناب شوکت عزیز کو قائدِ ایوان منتخب کر لیا۔ اُنہیں وزارتِ عظمیٰ کے منصب کے لئے رُکن قومی اسمبلی منتخب ہونے سے پہلے ہی نامزد کیا جا چکا تھا۔ 342 ارکان کے ایوان میں 191 نے اُن کے حق میں ووٹ دیا۔ موجودہ قومی اسمبلی نے اپنی دو سال کی پہلی مدت میں انہیں تیسرے وزیر اعظم کی حیثیت سے چنا ہے۔ انہیں اپنے دونوں پیشرو وزرائے اعظم میر ظفر اللہ جمالی اور چودھری شجاعت حسین سے زیادہ ووٹ ملے ہیں۔ تاہم انہیں وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر متمکن کرنے کے لئے جو پیچ دار راستہ اختیار کیا گیا کہ پہلے جمالی صاحب کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا' اور پھر چودھری شجاعت حسین کو دو ماہ کے لئے عبوری وزیر اعظم مقرر کیا گیا' ایک نامقبول طرزِ عمل ہے' جسے پوری قوم نے بالعموم' اور اہل الرائے نے بالخصوص ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ حزبِ اختلاف کی تمام جماعتوں نے پہلی مرتبہ باہمی اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے' اور موجودہ قومی اسمبلی میں ماضی کے بالعکس قائدِ ایوان کے اس تازہ الیکشن کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ اے آر ڈی نے شوکت عزیز کے مقابلے کے لئے اپنے زیرِ حراست صدر مخدوم جاوید ہاشمی کو اس منصب کے لئے نامزد کیا تھا۔ متحدہ مجلس عمل نے بھی اے آر ڈی کے امیدوار کی حمایت کا فیصلہ کیا تھا' مگر سپیکر کی جانب سے جاوید ہاشمی کے پروڈکشن آرڈر جاری نہ کئے جانے پر احتجاج کرتے ہوئے حزبِ اختلاف کی تمام جماعتوں نے آخری لمحات میں وزارتِ عظمیٰ کے انتخاب کا بائیکاٹ کرنے اور اس موقع پر ایوان سے واک آؤٹ کر جانے کا فیصلہ کیا۔ اس لئے حزبِ اختلاف کے متفقہ امیدوار مخدوم جاوید ہاشمی کو ایک ووٹ بھی نہیں ملا۔ یہ معاملہ دو طرفہ افہام و تفہیم کے ذریعے آسانی سے طے ہو سکتا تھا اور حزبِ اختلاف کے بائیکاٹ کی نوبت نہ آتی' لیکن سرکاری بنچوں نے جانے کس زعم میں افہام و تفہیم اور مکالمے کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

29 اگست کو اعتماد کا ووٹ حاصل ہونے کے بعد نومنتخب وزیر اعظم نے کہا: ''میں پوری قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ ملک میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کے استحکام' ملکی ترقی' خوشحالی' معاشی خود کفالت' رواداری' وسعتِ قلبی' برداشت اور اسلامی احکام و تعلیمات کو اپنانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ قائد اعظم کے خواب اور تصوّرات کے مطابق صحیح معنوں میں عوامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور یہی ہماری منزل ہوگی۔ ایٹمی پروگرام نہ صرف جاری رہے گا' بلکہ اس میں مزید بہتری اور مہارت پیدا کی جائے گی۔ ہم پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنائیں گے اور اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلیں گے''۔

یہ وہ کم سے کم الفاظ ہیں جو ہر نومنتخب قائدِ ایوان کو ہر اسمبلی میں اپنے پہلے خطاب میں ضرور بالضرور ادا کرنے چاہئیں۔ یہ رسمی فقرے ہیں جو سرکاری طور پر ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اگر شوکت عزیز ان جملوں کے اندر روح بھی کر سکیں تو یہ اُن کی خاص انفرادیت ہوگی۔ اُن کی خاص انفرادیت اور شناخت تو' جو گزشتہ پانچ سال سے' قوم کے سامنے آتی رہی ہے' وہ اُن کی خاص بنک کاری کے موجودہ نظام سے گہری واقفیت' ورلڈ بنک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی انتظامیہ سے شناسائی' سٹی بنک کو کامیابی سے چلانے اور پاکستان کو دیوالیہ ہونے سے بچانے میں مضمر ہے۔

اُن سے ملک میں کوئی بڑا سیاسی اور جمہوری اقدام کرنے کی توقع کسی کو بھی نہیں ہے۔ البتہ ملکی و غیر ملکی میڈیا نے اُن کے ماہر معاشیات اور بنک کار ہونے کی صلاحیت سے اُن سے بہت سی توقعات وابستہ کر لی ہیں۔ ہم اُن سے صرف ایک اُمید رکھتے ہیں کہ اگر وہ اس بدنصیب ملک میں سودی نظام ختم کرنے میں کوئی پیش قدمی کرنے میں' ایک سچے مسلمان ماہر معاشیات کی حیثیت سے' اس ناپاک اور غیر اسلامی معیشت کو پاکستان کی سرزمین سے نکال باہر کرنے میں کوئی اجتہادی اقدام کر سکیں تو یہی ایک کارنامہ اُنہیں دین و دنیا میں اعلیٰ رتبہ دلائے گا۔ سودی نظام کا خاتمہ اُمتِ مسلمہ کی متفقہ آواز ہے۔ اس قانونی' فقہی اور شرعی معاملے میں اتفاقِ رائے کے اظہار کی جس قدر شکلیں ممکن ہو سکتی ہیں' وہ سب کی سب اختیار کی جا چکی ہیں۔ سید سلیمان ندوی' مولانا مفتی محمد شفیع' ڈاکٹر محمد حمید اللہ' مولانا ظفر احمد انصاری' مفتی جعفر حسین' مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہم سب سودی نظام کے خلاف آواز بلند کر چکے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ شوکت عزیز صاحب اس معاملے میں خصوصی ذاتی توجہ فرماتے ہوئے پاکستان کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ ہم چشم براہ رہیں گے اور گاہے گاہے اُن کی سہولت کے لئے سودی نظام سے متعلق مفید معلومات و تجاویز پیش کرتے رہیں گے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
13	2 تا 8 ستمبر 2004ء 16 تا 22 رجب المرجب 1425ھ	34

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبد الخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆☆☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

چھتیس خوبیاں، چھتیس خامیاں

محمود شام

✽ آپ نے اس عظیم مملکت کے چیف ایگزیکٹو کے عہدے کا حلف اٹھالیا ہے جس کے قیام کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان کی قربانی دی تھی' جس کی سرحدوں میں ان لاکھوں شہریوں کے علاوہ سینکڑوں فوجیوں کے خون کی خوشبو بھی بسی ہوئی ہے جنہوں نے دو بڑی جنگوں اور کئی جھڑپوں میں جام شہادت نوش کیا اور اس سرزمین میں ان سیاسی جماعتوں کے متعدد کارکنوں کے خون کی مہک بھی شامل ہے جنہوں نے جمہوریت کی بحالی کے لئے مختلف تحریکوں میں اپنی جان کے نذرانے پیش کئے۔ دینی تنظیموں کے وہ جاں نثار بھی یاد آتے ہیں جنہوں نے مختلف مواقع پر دین کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیاں نچھاور کردیں۔ ہم ان مجاہدین کو بھی نہیں بھول سکتے جنہوں نے کشمیریوں کے کل کی خاطر اپنا آج قربان کردیا اور وہ ممتا سیاسی قائدین بھی اس دھرتی کا جھومر ہیں جنہوں نے اعلیٰ جمہوری اقدار کی خاطر موت کو گلے لگایا' قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

یہ حسین وجمیل ملک جس کا نظم ونسق اب آپ کی ذمہ داری ہے' دنیا کا انتہائی اہم محل وقوع رکھتی ہے جو کبھی اس کی طاقت کا سرچشمہ بنتا ہے' کبھی اس کے لئے بحرانوں کا سبب ٹھہرتا ہے۔ ہماری تاریخ بہت بھرپور ہے۔ واقعات' بحران' طوفان' تصادم' انتشار ہم سب کچھ دیکھ چکے ہیں۔ منفی انداز سے دیکھیں تو ہم ہر حکمراں کی بے شمار غلطیاں بیان کر سکتے ہیں مگر یہ بہت ہو چکا' ہر آنے والے نے جانے والے کو ہی ہر بدقسمتی' محرومی کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اب یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے' ایک نئے دور کا آغاز ہونا چاہئے۔ جب ہم اپنی تاریخ کے مثبت اور روشن پہلوؤں کو اجاگر کریں' جب ہم اپنے ہر سابق صدر' وزیراعظم کے صرف اچھے اقدامات کو سامنے رکھیں۔ یہاں فوجی حاکم بھی رہے ہیں' منتخب سیاسی حکمران بھی رہے ہیں ہر ایک میں خوبیاں بھی تھیں' خامیاں بھی۔ آیئے خامیوں کو بھول جائیں' خوبیوں کو یاد کریں اور انہیں تسلسل دیں اس طرح یقیناً قوم میں ہم آہنگی بڑھے گی' نفرتوں کا سفر ختم ہوگا بلکہ آپ خود اس منصب کے تمنائی نہیں تھے۔ آپ کو اس کے لئے اہل سمجھا گیا اور اس وقت ملک کی غالب فوجی اور سول قوتوں نے آپ کو چیف ایگزیکٹو بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے مطلوبہ رسمی کارروائی بھی پوری کی گئی۔ اب آپ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے منتخب وزیراعظم ہیں۔

آپ بھی یقیناً اس وقت اپنی طاقتوں اور کمزوریوں کا اندازہ لگا رہے ہوں گے' ہم بھی یہاں کچھ ایسے ہی حقائق کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں۔

آپ اپنی جن خوبیوں کی بنا پر ماضی کے وزرائے اعظم سے مختلف ہو سکتے ہیں اور ایک مشکل ترین ملک کے نظم ونسق کو چلا سکتے ہیں وہ ہمارے خیال میں کچھ اس طرح ہیں:

(1) آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ (2) سنجیدہ مزاج کے حامل ہیں۔ (3) مغرب کے ماحول میں کام کیا ہے جہاں میرٹ ہے' انصاف ہے' آگے بڑھنے کے مواقع ہیں۔ (4) اقتصادی معاملات کے ہر پہلو پر عبور حاصل ہے۔ (5) رشتے داروں اور اولاد کو نہیں نوازتے۔ (6) دوستوں' کلاس فیلوز کو بے جا مراعات نہیں دیتے۔ (7) دیانت داری کو حتی الوسع پیش نظر رکھتے ہیں۔ (8) اچھے منیجر ہیں۔ (9) صدر مملکت کا اعتماد حاصل ہے۔ (10) پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین کے معتمد خاص ہیں۔ (11) فیصلہ میرٹ پر کرنے میں دباؤ میں نہیں آتے۔ (12) امریکہ اور بڑے مغربی ممالک صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ (13) عالمی بینک اور انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ بھی پالیسیوں کی تعریف کرتے ہیں۔ (14) متعدد عالمی قائدین سے پہلے سے شناسائی اور مفاہمت ہے۔ (15) دہشت گردی کا نشانہ بن کر اس عنصر کی شدت کا احساس رکھتے ہیں۔ (16) تاجر' صنعت کار برادری کی حمایت بھی میسر ہے۔ (17) اقتصادی ماہرین بھی تعریف کرتے ہیں۔ (18) متعدد غیر ملکی دوروں کے نتیجے میں خارجہ پالیسی پر بھی گہری نظر ہے۔ (19) معاملات کو انا کا مسئلہ نہیں بناتے۔ (20) قومی مفادات پر کوئی تذبذب نہیں ہے۔ (21) منزل کا تعین کرلیا ہے' روڈ میپ بھی بنا چکے ہیں۔ (22) اسلام' ایٹمی اثاثوں اور کشمیر پر کسی سمجھوتے کے قائل نہیں ہیں۔ (23) جمہوریت کے اصولوں کی قدر کرتے ہیں۔ (24) منافقت' مصلحت اور جھوٹ کو عملاً پسند نہیں کرتے۔ (25) کرپٹ افراد اور کرپشن کو ناپسند کرتے ہیں۔ (26) ٹائم مینجمنٹ اور ڈیڈ لائن پر یقین رکھتے ہیں۔ (27) اخبارات کا مطالعہ خود کرتے ہیں۔ (28) مطالعہ' تجزیہ اور ہر معاملے کی قدر وقیمت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ (29) پاکستان کی تاریخ کے نشیب وفراز سامنے رکھتے ہیں۔ (30) دنیا میں حکمرانوں کے عروج وزوال کے اسباب سے آگاہ ہیں۔ (31) ایڈہاک ازم کو اچھا نہیں سمجھتے۔ (32) رابطہ کرنے والوں کو فون' خط اور فیکس سے جواب دیتے ہیں۔ (33) امریکہ' مغرب اور یہودیوں کی چالوں کو سمجھتے ہیں۔ (34) ملٹی نیشنل کمپنیوں کی حکمت عملی اور انداز کاروبار سے واقف ہیں۔ (35) ڈبلیو ٹی او کے قواعد وضوابط اور پابندیوں کا احساس رکھتے ہیں۔ (36) کم بولتے ہیں۔

یہ تو آپ کی شخصیت کے مثبت پہلو ہیں۔ اپنی خوبیوں کے ساتھ اپنی خامیوں' کمزوریوں اور منفی پہلوؤں کو بھی سامنے رکھیں' جو ہمارے نزدیک اس طرح ہیں:

(1) آپ گراس روٹ سے نہیں آئے' عوام کے مسائل کا براہ راست علم نہیں رکھتے۔ کسی سیاسی پارٹی میں ابتدائی سطح سے کام کرتے ہوئے اوپر تک نہیں پہنچے۔ (2) سیاسی چالوں اور حکمت عملی کا تجربہ نہیں رکھتے۔ (3) اب جس ماحول میں کام کرنا ہے وہاں مغرب کا ماحول میسر نہیں ہے۔ میرٹ' انصاف اور آگے بڑھنے کے فطری مواقع نہیں ہیں۔ (4) پارلیمانی نظام میں ارکان اسمبلی کی جائز و ناجائز فرمائشیں پوری کرنی ہوں گی۔ (5) بیوروکریسی میں کرپشن عروج پر ہے' کام وقت پر اور جائز طریقے سے نہیں ہوتے۔ (6) سیاسی بنیادوں پر تقرریاں اور تبادلے کرنے پڑتے ہیں۔ (7) بہت سے اہم سول عہدوں پر موجودہ یا سابق فوجی فائز ہیں۔ (8) ملک کا بہت بڑا حصہ جاگیرداروں اور سرداروں کے زیر تسلط ہے' جہاں عام قوانین کا اطلاق نہیں ہے۔ (9) پولیس جو مملکت کے اختیار کی علامت ہے' بدعنوان ہے' تربیت یافتہ نہیں ہے۔ (10) حکمراں جماعت منظم نہیں ہے' جس ایجنڈے پر صدر جنرل پرویز مشرف اور آپ عملدرآمد کرنا چاہتے ہیں' پارٹی کی اس سے زیادہ ہم آہنگی نہیں ہے۔ (11) آپ کے اپنے ہم خیال

(باقی صفحہ 14 پر)

اللہ کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں یا نہیں‘ یہ ایک الگ بحث ہے۔ اہل باطل میں اہم ترین فریق قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے ۔ سورۃ المائدۃ کی آیت 82 میں فرمایا گیا:’’تم مسلمانوں کا سب لوگوں سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے‘‘۔ اس وقت صحیح معنوں میں ابلیس کے ایجنٹ یہود ہی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ وہ ابلیس کی طرح اپنے آپ کو پوری نوعِ انسانی سے برتر سمجھتے ہیں اور خاص طور پر اہل حق یعنی مسلمانوں سے تو انہیں شدید حسد اور بغض بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ نوعِ انسانی کی تاریخ میں نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے اللہ کے خلاف جو سب سے بڑی بغاوت ہوئی ہے‘ اس نظام کے منصوبہ ساز بھی یہود ہی ہیں۔ سیکولر ڈیموکریسی کا تصور انہی کا دیا ہوا ہے۔ سود کو پوری دنیا میں انہوں نے عام کیا ہے۔ بے حیائی اور مادر پدر آزاد معاشرت کو انہوں نے فروغ دیا ہے۔ چنانچہ دجالی تہذیب کے سب سے بڑے علمبردار اور شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ یہود ہیں۔ اس حقیقت کو پہچاننا چاہئے۔ آج اسلام میں جس روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی بات ہو رہی ہے‘ اس میں ایک سطح پر یہ بات بھی کہی جا رہی ہے کہ تمام آسمانی مذاہب ایک ہی ہیں۔ سب اللہ کو مانتے ہیں‘ چنانچہ دوسروں کو غلط اور خود کو حق پر سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی عزت کی جانی چاہئے۔ حکومت اس کو باقاعدہ ایک فلسفہ کے تحت اختیار کر رہی ہے اس لئے کہ یہود و نصاریٰ کو اسی قسم کا اسلام پسند ہے۔ ہم بدقسمتی سے ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اس وقت اہل حق یعنی اسلام کے خلاف عالمی مہم میں یہود و نصاریٰ اکٹھے ہیں۔ اصل قوت یہود کی ہے جبکہ عیسائی دنیا کو انہوں نے سامنے رکھا ہوا ہے۔

اس معرکے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے‘ اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولاً مسلمانوں کا مقابلہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہوگا۔ بالآخر تو فتح مسلمانوں ہی کی ہونی ہے‘ لیکن معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے مسلمانوں کی سخت ترین پٹائی ہونی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جیسی گوشمالی یہود کی ہوئی‘ اسی طرح اس امت کی بھی ہونی ہے۔ بہت شدید عذاب آنے والا ہے۔ الملحمۃ العظمیٰ‘ کا اصل میدان مشرقِ وسطیٰ ہوگا۔ مسلمانوں کو اس مغضوب علیہم قوم کے ہاتھوں سزا ملے گی۔ اہل حق کو اپنی عزیمت‘ استقامت اور قربانیوں کی ایک تاریخ رقم کرنی پڑے گی۔ پھر اللہ کی مدد آئے گی۔

اس کے بعد سورۃ الکہف میں فتنہ یاجوج ماجوج کا ذکر ہے۔ اسے بھی ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایک ایسا لیڈر فراہم کر دے گا جس کی زیر قیادت دجالیت کے امام بالآخر شکست کھا جائیں گے اور مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہونا شروع ہوں گی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا‘ جس کے نتیجے میں یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور عیسائی دنیا عالم اسلام میں ضم ہو جائے گی۔ یہود و نصاریٰ کے بعد دنیا کی جو طاقتیں رہ جائیں گی‘ وہ مل کر اسلام کے اوپر حملہ آور ہوں گی۔ احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی فتنہ کا نام یاجوج ماجوج ہے۔ قربِ قیامت سے پہلے یہ آخری معرکہ حق و باطل ہوگا۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد مسلمانوں کے ساتھ ہوگی‘ اس لئے کہ اُس وقت کے مسلمان واقعتاً اللہ کے دین کو قائم اور نافذ کرنے والے ہوں گے۔

حق و باطل کے معرکے کے حوالے سے سورۃ الانفال کی آیت 39 بہت اہم ہے۔ فرمایا گیا:’’(مسلمانو!) ان سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ و فساد بالکل ختم ہو جائے اور دین کُل کا کُل اللہ ہی کے لئے ہو جائے‘‘۔ فتنہ و فساد کی اصلیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام میں چاہے انسانوں کو بڑے حقوق وغیرہ ملے ہوئے ہوں‘ لیکن وہ نظام اپنی اصل کے اعتبار سے فتنہ و فساد ہے۔ آج کی دنیا میں اس نظام کی حقیقت سامنے آ گئی ہے۔ اس وقت پوری دنیا کے لئے فتنہ و فساد کا باعث کون بن رہا ہے؟ جنگل کا قانون کس نے نافذ کیا ہوا ہے؟ اصول وضوابط اور عدل و انصاف کی دھجیاں کون بکھیر رہا ہے؟ ظلم کرنے کے باوجود بھی اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے والے کون ہیں؟ جب تک یہ فتنہ و فساد فرو نہیں ہو جاتا‘ نوعِ انسانی کے لئے امن‘ خیر اور عافیت نہیں آ سکتی۔ دنیا میں اگر کوئی نظام عدل و انصاف کا ضامن ہے تو وہ صرف اسلام کا ہے۔ چنانچہ اس فتنہ و فساد کے ختم ہونے اور اللہ کا پرچم سربلند ہونے تک حق و باطل کی یہ کشمکش ختم نہیں ہوگی۔ فتنہ یاجوج و ماجوج کے خاتمے کے بعد پھر وہ نقشہ ہوگا کہ پوری دنیا میں اللہ کا نظام ہوگا۔ ہر شخص کو اسلام کی بالادستی قبول کرنی پڑے گی‘ چاہے اپنی نجی زندگی میں وہ اللہ کو نہ مانتا ہو۔ اللہ کے کلمے کی سربلندی سے مراد یہ ہے کہ اجتماعی طور پر قرآن و سنت کی بالادستی ہوگی۔ صحیح احادیث میں اس کی پیشین گوئیاں موجود ہیں —— لیکن ہم جس مقام پر کھڑے ہیں وہاں تو قربانیاں ہی قربانیاں‘ امتحانات ہی امتحانات ہیں!

سورۃ الکہف کی آیت 100 کے مطابق قیامت کے دن جہنم کافروں کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ کافروں کے بارے میں اگلی آیت کے اندر نہایت اہم وضاحت کر دی گئی کہ اصل کافر وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں غفلت کی زندگی گزاری۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو دانستہ فراموش کر کے دنیا کی حرص میں مگن رہے اور اسی کے لئے بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ اگر کسی نے انہیں ہدایت کا راستہ بتانا بھی چاہا تو اس کا استہزاء کیا۔ یہ تو اس آیت کی ایک تعبیر ہے‘ تاہم میں ایک دوسرے رخ اور زاویئے سے بھی اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں جو کہ عقل اور دانش کی سطح پر ہے —— یعنی اللہ کے تصور‘ آخرت کے تصور اور روح کے تصور سے دانستہ طور پر اپنی نگاہیں بند کر لینا۔ یہ تین الفاظ میں نے اس لئے استعمال کئے ہیں کہ آج کی دانش ’’عقل تمام بولہب‘‘ کے مصداق آج اسی بدترین گمراہی کا شکار ہو کر اس کائنات کی اصل اور عظیم ترین حقیقتوں کی منکر ہے۔

☆ کائنات کی عظیم ترین حقیقت ذات باری تعالیٰ ہے۔ قرآن کی رو سے زمین اور آسمان میں جو بھی شے ہے‘ وہ اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ ہر شے اپنے انداز سے اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے۔ انسان چاہے زبان سے انکار کر رہا ہو اور ذہن سے اس تصور کو جھٹک رہا ہو لیکن اس کے وجود کا ہر خلیہ زبانِ حال سے اللہ کی ذات کی گواہی دے رہا ہے۔ وہ اللہ کے بنائے ہوئے نظام کا تابع ہے —— لیکن آج کی دانش اس مصور کی ذات کو فراموش اور نظر انداز کر کے محض اس کی تصویر تک اپنی نگاہوں کو مرتکز رکھنا چاہتی ہے۔ اگر کوئی اللہ کی ذات کا ذکر کرے تو اسے دقیانوسی کہا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کے حوالوں سے بات کرنے والے شخص کو خردمندوں اور دانش مندوں کی صف سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اپنی عملی زندگی میں کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کا صاف انکار کر دینا۔

☆ انسان کے اپنے وجود کے اعتبار سے سب سے اہم اور اصل حقیقت روح ہے۔ قرآن میں اس کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ آیا ہے۔ اسی حقیقت نے انسان کو اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائکہ بنایا ہے‘ لیکن آج کی عقلیت اور دانش میں روح کا ذکر کرنا بھی معیوب گردانا جاتا ہے۔ روح کی بات کرنے والا فاترالعقل قرار پاتا ہے۔ اصل توجہ جسم اور اس کے تقاضوں پر مرکوز ہے۔ روح کی نشوونما کا کوئی سامان نہیں۔

☆ انسان کے مستقبل‘ اس کے انجام کے اعتبار سے اصل

آنحضور ﷺ نے فرمایا:’’دلوں پر زنگ آ جاتا ہے‘ جیسے کہ لوہے پر اگر پانی پڑتا رہے‘‘۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! اس زنگ کا علاج کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ’’موت کو کثرت سے یاد رکھنا اور کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا‘‘۔

اہمیت آخرت کی ہے۔ جب ہمیں کسی اور نے پیدا کیا ہے تو ہمیں اسی کی بات کو ماننا پڑے گا۔ وہ خالق و مالک بتا رہا ہے کہ اصل زندگی دار آخرت ہے جبکہ ہم یہ بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ آج کی دنیا میں کوئی آخرت کا ذکر کرے تو اسے خردمند' دانش مند' عقل مند قطعاً نہیں سمجھا جائے گا۔ جنت اور دوزخ کا ذکر غیر اہم ہو چکا ہے' جبکہ قرآن کے مطابق انسان کا اصل مسئلہ یہی ہے۔ ہمارا خالق و مالک تو یہ بتا رہا ہے کہ دنیوی زندگی انتہائی عارضی' ناپائیدار اور غیر یقینی ہے لیکن آج کی دانش صرف دنیا کی بات کرتی ہے۔ انسان کی سیاسی' سماجی اور معاشی زندگی پر بحث کرتی ہے۔

چنانچہ درحقیقت یہ ہیں وہ لوگ جن کی آنکھیں اللہ کے ذکر سے پردے کی اوٹ میں ہیں۔ اس حوالے سے آج سب سے زیادہ متعصب اور تنگ نظر لوگ یہی دانشور حضرات ہیں جو قرآن و حدیث کی بات کو اہمیت نہیں دے رہے۔ کلامِ الٰہی کو ہرگز توجہ کے قابل نہیں سمجھتے۔ لہٰذا اس آیت کے اندر مخفی حقیقت اور اصل کفر یہ ہے۔ ایسے لوگ اپنے وجود سے بھی غافل ہیں' کائنات کی سب سے بڑی حقیقت سے بھی غافل' اپنی حقیقت سے بھی غافل اور اپنے انجام سے بھی غافل ہیں۔ سورۃ الحشر کی آیت 19 میں فرمایا گیا کہ: ''(اے مسلمانو!) ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا' پھر اللہ نے انہیں خود اپنی ذات سے بھی غافل کر دیا''۔ وہ اپنے مقام کو ہی نہیں پہچان رہے۔ اصل زندگی کو بھول کر اس چند روزہ زندگی کو پکڑے بیٹھے ہیں اور اس میں کامیابی کو سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت 104 میں واضح کر دیا گیا کہ اپنے عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف دنیا کے لئے ٹوٹ کر محنت کی جبکہ آج ہم انہی لوگوں کو اپنا آئیڈیل بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ ہے وہ پیغام جو میں چاہتا ہوں کہ ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔ قرآن کا اصل پیغام یہی ہے!

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

پریس ریلیز — 27 اگست 2004ء

مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب

مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب قرآن کو ترک کر دینا ہے۔ اگر ہم موجودہ مصائب سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ یہ بات بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا البتہ رجوع الی القرآن یا فہم قرآن کا ہدف اقامت قرآن ہونا چاہئے یعنی صرف قرآن کو سمجھ لینا فائدہ مند نہیں جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے اور اس کی تعلیمات کے مطابق اجتماعی نظام قائم نہ کر دیا جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قرآن کی طرف لوٹنے کے لئے سب سے پہلے عربی زبان سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم انگریزی سیکھنے اور دوسرے علوم حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کے کئی سال وقف کر سکتے ہیں تو ہمیں عربی سیکھنے کے لئے کچھ وقت فارغ کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر میں رجوع الی القرآن کی تحریک شاہ ولی اللہ نے شروع کی جسے بعد میں مختلف اکابرین نے آگے بڑھایا۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزاد' شیخ الہند مولانا محمود الحسن' مولانا مودودی اور علامہ اقبال کا قابل ذکر حصہ ہے۔ بلاشبہ علامہ اقبال عہد حاضر کے عظیم مفسر قرآن ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے موجودہ دور کے تعلیم یافتہ طبقے تک ان کی زبان میں قرآن کا پیغام پہنچایا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کام میں ہم نے اپنا حصہ کتنا ڈالا ہے' قرآن سے کتنا تعلق قائم کیا اور اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے کتنی سعی و جہد کی۔ اگر ہم نے قرآن کو اسی طرح پس پشت ڈالے رکھا تو نہ صرف دنیا میں اسی طرح ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے بلکہ آخرت میں بھی ہمیشہ کی ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

اطلاع عام

سالانہ اجتماع ان شاء اللہ 7 تا 9 اکتوبر منعقد ہوگا۔ جس میں تمام رفقاء کی شرکت لازم ہوگی۔ رفقاء و احباب سے درخواست ہے کہ

1۔ انتظامات کو بہتر بنانے کے حوالہ سے اپنی تجاویز زیر دستخطی کو 20 ستمبر تک ارسال کریں۔

2۔ امراء و ناظمین حلقہ جات شرکت کرنے والے رفقاء و احباب کی تعداد سے 20 ستمبر تک آگاہ کر دیں۔

3۔ سندھ و بلوچستان کے امراء اپنے ان رفقاء کی تعداد الگ تحریر کر دیں جنہیں واپسی سفر بذریعہ ریل کرنا ہوگا اور ان کی سیٹیں لاہور سے بک ہونا ہوں گی۔

4۔ اجتماعی طور پر بذریعہ بس سفر کرنے والے رفقاء کو لاہور اور گوجرانوالہ اسٹیشن پر پہنچا دیا جائے گا۔ اس سہولت سے فائدہ اٹھانے والے رفقاء کی تعداد سے بھی 20 ستمبر تک آگاہ کر دیا جائے۔

مرزا ایوب بیگ' ناظم سالانہ اجتماع

866-N پونچھ روڈ' سمن آباد' لاہور فون: 7520902-7584627

ای میل: lahore@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

22 اور 23 سال کی دو بہنوں جو ایم اے کی طالبات ہیں' کے لئے دینی و تحریکی ذہن رکھنے والے نوجوانوں کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: محمد افضل

موبائل: 0333-4297002

صوبہ سرحد کا بجٹ اور مرحلہ وار سود کا خاتمہ

عبدالودود خان

(امرھم شوری بینھم) کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا: ''اجتماعی معاملات جن لوگوں کے حقوق اور مفاد سے تعلق رکھتے ہیں انہیں اظہارِ رائے کی پوری آزادی حاصل ہو اور وہ اس بات سے پوری طرح باخبر رکھے جائیں کہ ان کے معاملات فی الواقع کس طرح چلائے جا رہے ہیں اور انہیں اس امر کا بھی پورا حق ہو کہ اگر وہ اپنے معاملات کی سربراہی میں کوئی غلطی، خامی یا کوتاہی دیکھیں تو اس پر ٹوک سکیں، احتجاج کر سکیں''۔ اس اصول کے تحت میں مندرجہ ذیل سوالات کرتا ہوں جن کا جواب دینا آپ کا فرض ہے:

1: ہمارا المیہ:

علامہ اقبالؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تعریف و توصیف تو خوب کی جاتی ہے لیکن ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کو کوئی تیار نہیں۔ سود ختم کرنے کے لئے علامہ اقبال کے شعر۔

تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

اور سید مودودیؒ کے ارشاد ''جب تک سود از روئے قانون جاری ہے اس وقت تک ممکن ہی نہیں ہے کہ غیر سودی نظام مالیات وجود میں آئے۔ یہ کام تو جب بھی کرنا ہو تو اس طرح کرنا پڑے گا کہ اول قدم پر ہی سود کو از روئے قانون بند کر دیا جائے'' کی طرف بار بار توجہ دلانے کے باوجود کوئی ان پر عمل کرتا ہے نہ ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ بتاتا ہے۔ آپ نے بھی اس موضوع پر میرے خطوط مورخہ 8 فروری، 4 اپریل، 6 مئی اور 19 جولائی 2004ء کا جواب نہیں دیا، اس صم بکم کی وجہ کیا ہے؟

2: سود کو مرحلہ وار ختم کرنے کا چکر:

جنرل ضیاء نے قوم کو اس چکر میں پھنسا کر سود کو فروغ دیا اور فیڈرل شریعت کورٹ کو سود کے خلاف مقدمہ کی سماعت سے روکے رکھا۔ ملک کے بااثر اسلامی و اقتصادی ماہرین ابھی تک اس چکر میں ان غلط مفروضہ پر کام کر رہے ہیں کہ سود کو قانوناً ختم کرنے بغیر سودی بنکوں کو مسلمان بنانے سے سودی نظام ختم ہو جائے گا۔ اس مفروضہ کو تسلیم کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صوبہ کے عوام کے لئے سود سے فوری اجتناب ضروری نہیں سمجھتے تو خدارا بتائیں رسول کریم ﷺ کے حکم ما نھیتکم عنہ فاجتنبوہ کا آپ سے کیا مطالبہ ہے؟

3: صدر پاکستان اور عالمی مالیاتی ادارے کی بجٹ کی تعریف:

یہ غالباً اس لئے ہے کہ بجٹ سودی نظام کے لئے بے ضرر ہے اور سود کے بارے میں آپ کی پالیسی سے صوبہ سرحد میں سودی نظام کو کوئی خطرہ نہیں۔ آپ کے نزدیک اس تعریف کی کیا وجہ ہے؟

4: ترقیاتی اور فلاحی منصوبوں کیلئے قرضوں کی ناگزیر ضرورت:

اس وقت یہ سود کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔ بلاسود قرض صرف قرض متبادل کے ذریعہ حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ آپ کے مالی مشیروں نے اس ناگزیر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کیا تجویز کیا ہے؟

5: پانچ ارب 70 کروڑ روپے کی بیرونی امداد:

یہ کن شرائط پر ملے گی؟ یہ واقعی امداد ہے یا سودی قرض جسے ہمارے حکمران امداد کہتے رہے ہیں اور جو ایسی امداد ہے کہ ہم سے اصل رقم پر کئی گنا سود وصول کیا جا چکا ہے اور ہم پھر بھی پوری رقم اور اس پر مزید سود کے دین دار ہیں۔ ان قرضوں کی ادائیگی میں ہمارے سرکاری اور قومیائے گئے منافع بخش ادارے بیرونی اور کچھ اندرونی استحصالی طبقوں کو فروخت کئے جا رہے ہیں اور عنقریب ہم قلاش ہونے والے ہیں اور پھر تو قرضوں کی دلدل سے نکلنا ممکن ہی نہ رہے گا۔ آپ کو ملنے والی امداد بھی غالباً اسی طرز کی ہو گی جس کے بھیانک انجام سے صوبہ کو بچانے کے لئے سوائے قرض متبادل سکیم اپنانے کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ کے مشیر کیا کہتے ہیں؟

6: صوبہ کو قرضوں سے نجات دلانے کیلئے ترجیحی بنیادوں پر کام کا آغاز:

یہ کب اور کس طرح ہوا ہے یا ہو گا؟ سودی قرضوں سے نجات تو ضروری ہے لیکن بلاسود قرض کی اسلام میں ترغیب ہے۔ متعدد صحابہ کرامؓ اور امام ابوحنیفہؒ نے قرض لے کر تجارت کی ہے۔ اس لئے غیر سودی قرض پر مبنی نظام مالیات کے قیام کی کوشش کی جانی چاہئے۔ بقول سید مودودیؒ قرض معاشرہ کی ناگزیر ضرورت ہے جس کے بغیر حکومتوں کا کام بھی نہیں چل سکتا۔ اس لئے صوبہ کو مطلق قرض سے بچانے کے بجائے بلاسود قرضے حاصل کرنے کے طریقے اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں آپ کے مشیر کیا کہتے ہیں؟

7: امیر طبقہ کو فوری فوائد اور غریب عوام کے لئے محض غیر یقینی ریلیف کی امید:

بجٹ کا یہ پہلو اسلامی عدل و مساوات کے خلاف ہے۔ بنک چیکوں اور ڈرافٹ وغیرہ پر ڈیوٹی اور ٹیکس کے خاتمہ اور سیلف فنانس سکیم میں داخلہ فیس میں آٹھ ہزار روپیہ کی کمی سے صرف امیر طبقہ کو فائدہ ہو گا۔ ان مدوں میں وصول ہونے والی رقم سے مالی امداد کے زیادہ حقدار غریب عوام کو کچھ تو ریلیف دیا جا سکتا تھا۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے غریب عوام کو ریلیف نہ دیا گیا تو امیر طبقہ کو فائدہ پہنچانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ امیر طبقہ سے وصول ہونے والے ٹیکسوں میں چھوٹ کم کر کے غریب عوام کو ریلیف دینے کی پالیسی کیوں نہیں اپناتے؟

8: تنخواہوں اور پنشنوں میں 15 فیصد اضافہ:

اس سے کم تنخواہ پانے والوں کو جو مالی امداد کے زیادہ مستحق ہیں کم فائدہ ہو گا، اور زیادہ تنخواہ پانے والوں کو جو مالی امداد کے کم مستحق ہیں زیادہ فائدہ ہو گا۔ 10 ہزار تنخواہ والوں کو 1500 روپے اور ایک ہزار تنخواہ پانے والوں کو صرف 150 روپے زائد ملیں گے۔ فیصد اضافہ کا ضابطہ استحصالی نظام کے اعلیٰ عہدیداروں نے اپنے مفاد میں بنایا تھا۔ اس سے غریبوں اور امیروں کی آمدنی میں تفاوت بڑھتا جا رہا ہے جس سے غریب عوام میں بے چینی فروغ پا رہی ہے۔ غیر منصفانہ ضابطوں پر عمل کرنا نہ ضروری ہے اور نہ ہی اسلامی حکومت کے شایانِ شان۔ اسلامی عدل و مساوات کا تقاضا ہے کہ سب ملازمین اور پنشنروں کو یکساں فائدہ پہنچایا جائے۔ بالفرض ان کی کل تعداد چھ لاکھ ہے تو 2 ارب 70 کروڑ روپے میں سے ہر ایک کو 375 روپے ماہوار کا اضافہ ملنا چاہئے۔ کیا بجٹ میں کچھ رد و بدل کر کے آپ ایسی مساویانہ تقسیم نہیں کر سکتے؟ مرکزی حکمران تو غریبوں پر بوجھ بڑھانے اور امیروں کو فائدہ پہنچانے والے منی بجٹ آئے دن پیش کرتے رہتے ہیں۔

9: عقلِ سلیم کا تقاضا:

ایک سیاسی تجزیہ کے مطابق ''ملک میں نئے انتخابات کی راہ ہموار ہو گئی ہے جو اس سال نومبر میں متوقع ہیں۔ اس میں نئے ''رولز آف گیم'' ہوں گے''۔ جمالی کی طرح درانی صاحب کے اچانک فارغ کر دیئے جانے کے خطرے کے پیشِ نظر آپ فی الفور صوبہ میں سود کو قانوناً بند کر کے بنکوں کو حکم دیں کہ وہ قرض متبادل پر مبنی بنکاری کریں اس حکم کی تعمیل بلا کسی مشکل اور اتھل پتھل کے فوری طور پر ہو سکتی ہے۔ خیال رہے کہ سرحد میں سودی نظام جاری رہنے سے داعیانِ اسلام کا ملک میں سودی نظام کے خاتمہ کا مطالبہ روز بروز قانونی اور اخلاقی جواز کھوتا جا رہا ہے۔ در ایں حالات عقلِ سلیم کا تقاضا آپ سے کیا ہے؟

تجزیہ

بھٹو' ضیاء اور مشرف

سوشلزم' اسلام اور سیکولرازم کے دشمن

ایوب بیگ مرزا

❁ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد جب سے نیا پاکستان وجود میں آیا۔ پاکستان میں تین بااختیار حکمران آئے ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو' جنرل ضیاء اور جنرل مشرف۔ جہاں تک بے نظیر اور نوازشریف کی حکمرانی کا تعلق ہے۔ اوّل تو وہ مکمل بااختیار نہ تھے اور ثانیاً یہ کہ ان کی حکومتیں تو اصلاً ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق کی حکومتوں کا تتمہ تھیں۔ رہ گئے جونیجو اور جمالی انہیں تو محض وزیراعظم کا پروٹوکول حاصل تھا۔ جونیجو ہلکی پھلکی سرکشی کرتے رہے۔ لہٰذا نکالے گئے اور جمالی تو جی ایچ کیو کی چوکھٹ پر سجدہ ریز رہے' تب بھی نکالے گئے۔ اقتدار کا اصلی اور حقیقی مزہ تو صرف بھٹو اور ضیاء نے ماضی میں چکھا اور جنرل مشرف اس وقت بھی حقیقی جمہوریت کی بحالی کے باوجود مقتدرِ اعلیٰ ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے سوشلزم کا نعرہ لگا کر کسان' مزدور اور غریب عوام کی ہمدردیاں حاصل کر کے اقتدار حاصل کیا۔ جنرل ضیاء الحق تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے نتیجے میں اقتدار حاصل کر سکے تھے اور ان کا گیارہ سالہ دور ''نفاذِ نظامِ اسلامی'' کا ورد کرتے ہوئے گزرا اور جنرل مشرف روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی اصطلاحات استعمال کر کے سیکولرازم کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ سیکولرازم کیونکہ وقت کی غالب قوتوں کا نعرہ ہے لہٰذا عالمی طاغوتی قوتیں ان کی پشت پر ہیں۔ وہ جب مذہبی لوگوں کو انتہا پسند اور رجعت پسند کہہ کر للکارتے ہیں تو ان کی پشت پر زوردار تھپکی دی جاتی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو ایک عام آدمی بھی اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ بھٹو نے سوشلزم کا بیڑہ غرق کیا' جنرل ضیاء نے اسلامی نظام کو بری طرح بدنام کیا اور جنرل مشرف کم از کم پاکستان میں سیکولرازم کا دھڑن تختہ کر کے رہیں گے۔ خطرہ یہ ہے کہ ردعمل میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو رگڑا نہ لگ جائے۔

آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا حکمرانوں نے اپنے پسندیدہ نظاموں کو کیسے نقصان پہنچایا۔ ذوالفقار علی بھٹو سندھ کے بڑے جاگیردار اور وڈیرے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے سوشلزم کا علمبردار بن کر غریب ہاری اور کسان و مزدور کے حق میں زوردار آواز اٹھائی' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف خوب زہر اگلا۔ انہوں نے برسراقتدار آ کر اگرچہ زرعی اصلاحات کیں لیکن وہ خود ایک جاگیردار کی چمڑی سے باہر نہیں نکل سکے۔ زرعی اصلاحات میں بھی بڑے گھپلے ہوئے تھے۔ صنعت کار وہ خود نہیں تھے اور نہ ہی صنعت کاروں سے انہیں کوئی ہمدردی تھی اور کسی ہوم ورک کے بغیر ملک کی بڑی بڑی صنعتوں کو قومیا لیا گیا اور سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ انہیں انتہائی کرپٹ حکومتی مشینری کے حوالے کر دیا جس نے پاکستانی صنعت کو برسوں میں نہیں بلکہ دنوں اور مہینوں میں چٹ کر لیا اور وہ صنعتی ادارے جو بڑے منافع بخش تھے جلد ہی نقصان میں چلے گئے' جس سے معیشت کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ حالات کا رخ دیکھ کر اصلاح کرنے کی بجائے معیشت کو عارضی سہارا دینے کے لئے کرنسی کی قیمت میں **140** فیصد کی ریکارڈ کمی کر دی جس کے انتہائی برے نتائج برآمد ہوئے اور ملک میں مہنگائی کا سیلاب آ گیا۔ وہ غریب جو روٹی' کپڑا اور مکان کے دلفریب نعرے سے سرشار ہو کر بھٹو کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ وہ بری طرح بدک گیا اور مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ بھٹو نے غریب کو روٹی کی جگہ گولی' کپڑے کی جگہ کفن اور مکان کی جگہ قبر مہیا کی ہے۔ سوشلزم کے بعض پیروکاروں نے یہاں تک کہہ دیا کہ بھٹو درحقیقت امریکی ایجنٹ تھا اور اس نے سوشلزم کا لبادہ اوڑھ کر سوشلزم کو بدنام کیا ہے لہٰذا محمد حنیف رامے' معراج محمد خان' محمود علی قصوری' طارق عزیز' تاج محمد لنگاہ اور کئی دوسرے پکے سوشلسٹ بھٹو سے الگ ہو گئے۔ بابائے سوشلزم شیخ رشید اگرچہ علانیہ طور پر الگ تو نہ ہوئے بہرحال وہ بھی بھٹو سے بری طرح نالاں تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ جو درحقیقت اینٹی بھٹو تحریک تھی' اس لئے عوامی حمایت حاصل کر سکی کہ عام آدمی بھٹو اور اس کے سوشلزم سے بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ اگرچہ بعدازاں سوشلزم عالمی سطح پر دفن ہو گیا لیکن پاکستان میں بھٹو دور کے آخر ہی میں سوشلزم کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ بھٹو کا اس میں بہت بڑا حصہ تھا۔

تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نتیجے میں جنرل ضیاء الحق برسراقتدار آ گئے اور گیارہ سال عوام کو اسلامی نظام کی برکات بتاتے رہے۔ وہ اپنے خطابات میں اکثر آیاتِ قرآنی کا حوالہ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے خطاب میں اس قرآنی آیت کا حوالہ دے کر' کہ جب اللہ اپنے نیک بندوں کو زمین میں اقتدار عطا کرتا ہے تو وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں' پاکستان بھر میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے نظام کے قیام کا اعلان کر دیا۔ یہ کام کسی منصوبہ بندی اور بغیر بنیادی تیاری کے کیا گیا۔ ناظم صلوٰۃ مقرر کئے گئے اور دفاتر میں ظہر کی نماز کی ادائیگی کا حکم دیا گیا۔ اس سلسلے میں بہت سے لطیفے ہوئے' ایک لطیفہ ہی یہ ثابت کر دے گا کہ جنرل ضیاء الحق اسلامی نظام کے قیام میں کتنے سنجیدہ تھے۔ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ جنرل جیلانی اس کے گورنر تھے۔ بلحاظ عہدہ وہ پنجاب کے چیف ناظم صلوٰۃ مقرر ہوئے۔ گورنر ہاؤس لاہور کے ایک ملازم راوی ہیں کہ ایک مرتبہ جنرل ضیاء الحق لاہور آئے ہوئے تھے۔ عصر کی نماز کا وقت ہوا تو جنرل ضیاء الحق گورنر ہاؤس کی مسجد میں تشریف لائے۔ ابھی جماعت کھڑے ہونے میں چند منٹ باقی تھے۔ وہ پہلی صف میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں جنرل جیلانی تقریباً بھاگتے ہوئے آئے اور جنرل ضیاء کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ جنرل ضیاء نے سر اٹھا کر چیف ناظم صلوٰۃ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ نے وضو کیا ہوا ہے؟ زکوٰۃ کے نظام کو اہل تشیع کی ایک دھمکی نے ڈھیر کر دیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ قائم کیا تو اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے یعنی جنرل ضیاء الحق نے ایسا اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کی جو ان کی کرسی سے پرے اور ورے رہے۔ پھر یہ کہ ان کی کوشش یہ رہی کہ عالم دین بھی خوش رہے اور فلمی ستارے بھی مطمئن رہیں۔ وہ اپنی تقاریر قرآنی آیات سے مزین بھی کرتے رہے اور انہوں نے یہ بات لکھنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کی کہ ان کی بیٹی زین فلاں بھارتی اداکار کی بڑی زبردست فین ہے۔ یہ بھارتی اداکار کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ صدر جنرل ضیاء سے دس منٹ کا وقت لیا لیکن پچاس منٹ کے بعد خود انہوں نے یہ کہہ کر ملاقات ختم کی کہ اب مجھے اجازت دیں۔ انہوں نے نظام صلوٰۃ کے علاوہ رمضان آرڈیننس نافذ کیا جس کے مطابق دن کے وقت کھانا پینا یا کھانے پینے کی چیزوں کا کاروبار کرنا جرم قرار دے دیا گیا۔ اس قسم کے قوانین کے نفاذ اور اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسجدوں کی

رونق بڑھ گئی۔ عمرے تھوک کے حساب سے ہونا شروع ہو گئے البتہ بددیانتی اور کرپشن اور جائز ناجائز طریقے سے اونچا سٹیٹس حاصل کرنے کی کوششوں میں بھی زبردست اضافہ ہوگیا' یعنی منافقت کا نزول پورے زوروشور اور شان وشوکت سے ہوا۔ اور موقع پرستوں کو اسلامی نظام کو بدنام کرنے کا سنہری موقع مل گیا۔

جنرل مشرف کے دورِ اقتدار کا ذکر کرنے سے پہلے ایک اور حقیقت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ محض سوءِ اتفاق ہے یا کسی منصوبہ بندی کا کمال کہ جب امریکہ نے سوویت یونین کو افغانستان سے نکالنا ہوتا ہے اور اس کے لئے اسے اسلامی مجاہدین کی ضرورت ہوتی ہے تو پاکستان پر جنرل ضیاء الحق جیسا اسلام پسند مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مسلط ہوتا ہے اور جب امریکہ کو افغانستان سے طالبان اور ملا عمر جیسے کٹر مسلمانوں کو نکال باہر کرنا ہوتا ہے تو انہیں پاکستان میں جنرل مشرف جیسا روشن خیال اور اعتدال پسند جرنیل مہیا ہو جاتا ہے۔ جنرل مشرف' جن کا لڑکپن ترکی جیسے روشن خیال ملک میں گزرا۔ جہاں سیکولرازم کی حفاظت کرنا فوج کی آئینی ذمہ داری ہے۔ پھر پاکستان کی فوج میں کمیشن مل گیا جہاں اسلام بعض نعروں کی حد تک محدود ہے۔ جنرل مشرف نے اپنے عہد کا آغاز کتے کے پلے گود میں لے کر کیا تھا اور جب صحافیوں نے پوچھا کہ آپ کی خارجہ پالیسی کیا ہو گی تو انہوں نے یہی پلے آگے بڑھا دیئے اور کہا یہ میری خارجہ پالیسی ہو گی جس کا ظاہری مطلب تو یہی نکلتا تھا کہ میں سیکولرازم کو اپنی کارکردگی کی بنیاد بناؤں گا۔ مزید مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں مغرب کا پیروکار بنوں گا اور اسلام یا رجعت پسندی سے دور رہوں گا۔ بہرحال نائن الیون کے بعد انہوں نے اس راستے پر بگٹٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ اسلام پسندوں کے خلاف بولنا اور انہیں انتہا پسندی کا طعنہ دینا ان کا وطیرہ بن گیا اور اعتدال پسندی کا ذکر کرنے میں انہوں نے خاصی بے اعتدالی کا مظاہرہ کیا اور امریکہ جو اسلام دشمن کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آیا اُس کی فرمانبرداری میں تمام حدود و قیود عبور کر گئے۔ ان کی اس روش نے اسلام پسند جماعتوں کے علاوہ عام آدمی کو بھی امریکہ سے سخت بیزار کر دیا اور امریکہ سے بیزاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ عام آدمی سیکولرازم کو جسے وہ امریکی ایجنڈے کا حصہ سمجھتا تھا' اس سے بھی نفرت کرنے لگا۔ لوگ جنرل ضیاء الحق اور نواز شریف کو یاد کرنے لگے۔ ایک مرتبہ پھر پہلے سے زیادہ زوردار انداز میں لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف ہوا۔ مساجد میں رونق پھر بڑھ گئی' نوجوانوں کے چہرے داڑھیوں سے مزین ہونے لگے' رواجی پردہ ہی سہی لیکن پردے کا اہتمام بھی بازاروں میں نظر آنے لگا۔ جنرل مشرف نے سیکولرازم کو امریکہ سے اتنا زیادہ نتھی کر دیا کہ عراق اور افغانستان میں جوں جوں امریکہ کے مظالم کی خبریں آتی ہیں لوگ امریکہ اور سیکولرازم دونوں سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ جب امریکہ سے مشرف کو تھپکی ملتی ہے تو لوگ امریکہ' مشرف اور اس کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی سب کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بھارت سے ہماری پیدائشی دشمنی رہی ہے۔ لوگوں نے بھارتی ہندوؤں کو ہمیشہ اپنا دشمن نمبر ایک گردانا لیکن آج اگر جنرل مشرف ایک ریفرنڈم اور کروا دیں اور لوگوں سے پوچھیں کہ وہ بھارت اور امریکہ میں سے کس کو اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتے ہیں تو شاید لوگ امریکہ کو بڑی تعداد میں ووٹ دیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ جذبات محض غریب اور اوسط درجہ کے پاکستانی کے نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جنہیں دنیوی زبان میں اونچے سٹیٹس کے لوگ کہا جاتا ہے' امیر کبیر اور پڑھے لکھے سب کے جذبات اس معاملے میں ایک جیسے ہیں۔ امریکہ کی اسلام دشمنی اور مشرف کی امریکی حکام کی فرمانبرداری ان کا رجحان اسلام کی طرف کر رہی ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ بھٹو' ضیاء اور مشرف جو بالترتیب سوشلزم' اسلام اور سیکولرازم کے داعی تھے' اپنے ہی نظریات کو تہہ و بالا کرنے کا باعث کیوں بنے؟ اس کا صرف اور صرف ایک جواب ہے وہ یہ کہ ''عدم اخلاص'' وہ اپنے نظریئے سے نہیں بلکہ صرف کرسی اور اقتدار سے مخلص تھے۔ بھٹو نے سوشلزم کا نعرہ لگا کر اقتدار کے حصول اور اسے پختہ کرنے کے لئے جاگیرداروں اور مزدور دشمن عناصر سے گٹھ جوڑ کیا۔ ضیاء الحق نے اسلام اسلام کی پکار لگائی لیکن وہ سرمایہ دار جو سودی نظام کے ستون ہیں اور وہ فلمی ستارے جو اباحیت اور فحاشی کے سمبل ہیں' ان سے اپنے تعلقات بنائے۔ انہوں نے فیڈرل شریعت کورٹ کو اس سیاسی نظام کو چھیڑنے کی اجازت نہیں دی جس کے مطابق اکاون فیصد لوگ چاہیں تو شراب اور جوئے کو جائز قرار دے دیں۔ جنرل مشرف نے سیکولرازم کا نعرہ لگایا لیکن جب ضرورت پڑی ایم ایم اے سے تعاون کیا اور لیا۔ بلکہ اپنے خصوصی مقاصد کی تکمیل کے لئے ایم ایم اے کی صوبہ سرحد میں حکومت بنانے اور قومی اسمبلی میں انہیں معتدبہ تعداد میں لانے میں مدد کی۔ بہرحال ہمارے ان تینوں حکمرانوں نے اپنے نظریات کو اپنے اقتدار کے لئے زینہ اور اس کی ڈھال بنانے کی کوشش کی جس سے اقتدار کی لیلیٰ سے وصل تو نصیب ہو گیا البتہ جن نظریات کے وہ داعی تھے' وہ بری طرح بدنام ہو گئے۔

اعلان داخلہ

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست ڈاکٹر اسرار احمد

☆ بی اے سال اول میں داخلوں کا آغاز ہو گیا ہے۔

☆ ایف اے' آئی سی ایس' آئی کام' جنرل سائنس گروپ میں لیٹ فیس کے ساتھ داخلے ابھی جاری ہیں۔

☆ جدید سہولیات سے آراستہ ہاسٹل کی سہولت موجود ہے۔

بورڈ اور یونیورسٹی کی معیاری نصابی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا جامع پروگرام

☆ سنجیدہ و باوقار ماحول ☆ شاندار عمارت ☆ قابل اور محنتی سٹاف

اظہار تشکر

لاہور بورڈ کے انٹرمیڈیٹ فائنل کے حالیہ امتحان میں **شاندار کارکردگی** پر ہم تہہ دل سے **اللہ کا شکر** ادا کرتے ہیں' جس کی توفیق سے کالج ہذا کے ایک ہونہار طالب علم **حامد سجاد** نے لاہور بورڈ میں آرٹس گروپ میں **828** نمبر لے کر تیسری پوزیشن حاصل کی' جبکہ ایک اور ذہین طالب علم **حسین عاکف** نے اسی گروپ میں **814** نمبر لے کر امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی جبکہ کالج کا مجموعی رزلٹ **88** فیصد رہا

برائے رابطہ: پرنسپل قرآن کالج

191۔ اتاترک بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور فون: 5833637

Email: college@tanzeem.org

غلامی کسے کہتے ہیں؟

ناہید بنت الیقین

کیا یہ زنجیریں پہننے کا نام ہے یا بلامعاوضہ بوجھ ڈھونے کا؟ ہم غلام ہیں یا آزاد؟ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ آزادی کے نعرے لگانے والے دراصل غلامی کے نامحسوس طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

ہمارے ذہنوں نے غلامی کے نام پر جو عقیدہ قائم کیا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی کا اسیر ہوجانا غلامی ہے۔ مگر ہم کو غلامی جانچنے کے لئے اس کے کچھ پہلوؤں پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ دراصل غلامی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ذہنی اور سیاسی۔ اول الذکر غلامی کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کا شکار انسان اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی فکری قوتوں کے زیر اثر آنے پر مجبور ہوجائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کسی امت نے اپنی فکری قوتوں کو پس زنداں ڈالا اور دوسروں کی بنائی ہوئی شاہراہ پر آنکھیں بند کر کے چلنا شروع کیا وہیں سے اس کی گراوٹ اور تنزلی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے۔

بنی نوع انسان نے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے ازل سے کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت محسوس کی ہے جب جب اس نے اپنے آپ کو ناتواں پایا تب تب اس نے اپنی زندگی کی ناؤ کی پتوار اس کے حوالے کی جس کو اس نے اپنے سے زیادہ طاقتور سمجھا یا مانا۔ ذہنی غلبہ وہی قوم پاتی ہے جو فکری اجتہاد اور علمی تحقیق کا دامن تھامے رہتی ہے اور پھر اس بات کی حقدار بنتی ہے کہ دنیا کی راہنمائی کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لے۔

یہ کام جب تک مسلمان کرتے رہے تمام عالم ارضی سر جھکائے ان کے پیچھے چلتا رہا۔ جو معیار اچھائی یا برائی کے ازروئے اسلام قائم کئے گئے وہی سب کی اساس بنے۔

اگر چہ غور طلب بات یہ ہے کہ ہم تمام عوامل وشواہد کو سامنے رکھیں تو نچوڑ اس کا یہ نکلے گا کہ اس عروج کا اصل منبع قرآن تھا اور جو اصول اسلام نے وضع کئے ان سے استنباط کر کے فقہاء نے جو فقہ مدون کی اس کی بنیاد 'اربع ادلہ' (قرآن، سنت، اجماع اور اجتہاد) پر ہے۔ مگر پھر اس کی ترتیب کو الٹ دیا گیا پہلا درجہ بزرگوں اور آئمہ کرام کی زندگی کو دیا گیا پھر سنت اور کہیں آخر میں جا کر قرآن۔ عین

یہ وہ سیڑھی تھی جہاں آ کر آگے بڑھتا ہوا مسلمانوں کا قافلہ رک گیا۔ اسلام کے اندر جمود طاری ہونے لگا۔ نئی نسل نے اپنے بزرگوں کے بچھائے ہوئے بستر پر آرام کرنا شروع کر دیا۔ نئی پود کو پیش آنے والے حوادث سے بچنے کے لئے سایہ دار درخت کی شجرکاری بند ہوگئی۔ اجتہاد کے دروازے بند ہوگئے۔ قرآن کے سمندر سے نئے گوہر نکالنے کا سلسلہ رک گیا۔ نئی نسل تکلیف اٹھا کر راحتیں حاصل کرنا بھول گئی۔ ان مع العسر یسرا کا اصول غائب ہوگیا۔ نئے مسائل سے نمٹنے اور راہنمائی کرنے کے بجائے مسلمان پرانے مسائل وعلوم کی شرح وتفسیر کرنے میں لگ گئے۔ فرقہ بندیاں، جزئیات اور فروع میں جھگڑے شروع ہوگئے۔

دراصل بزرگوں اور علماء کرام کے اجتہاد ہرگز غلط نہ تھے مگر ہمیشگی اور ہمہ گیری کا عنصر اس میں ڈال دینے سے اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچنے لگا۔ محدثین ومفکرین و آئمہ فقہ نے اسلام کی اپنے طور پر احیاء کی مگر وہ اکتساب علم

جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کی شہ رگ پر سب سے پہلے حملہ کیا جاتا ہے اور اسلامی معاشرے کی شہ رگ عورت ہے۔

سے وہی ذرائع رکھتے تھے جو ایک عام شخص رکھتا ہے۔ بس وہ اپنی عقل وبصیرت کے ساتھ غور وفکر کرتے اور قرآن ہی سے اس دور کے مسائل دریافت کرتے۔ ان کے علم کا ذریعہ وحی نہ تھا کہ اس میں کوئی رد وبدل کی گنجائش نہ نکلے بلکہ وہ علم وبصیرت کی روشنیاں تھیں جو انہوں نے دن رات کی عرق ریزی سے حاصل کی تھیں۔ ان کے اجتہاد ہمارے لئے روشنی کا مینار ضرور ہیں مگر بجائے خود منزل نہیں۔ اگر چہ ان کی کمندیں ستاروں تک جا پڑی تھیں مگر بقول اقبال ۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ابھی مسلمانوں کی اس زبوں حالی کو شروع ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے ایک خیر خواہ گروہ نے اس حقیقت کے راز کو پایا کہ مسلمان جو آگے بڑھتی دنیا سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حصول تعلیم کی اہمیت کو صرف دینی تعلیم تک محدود رکھا ہوا ہے اور جہاں تک دنیاوی تعلیم کا معاملہ ہے وہ باقاعدہ اس کو نجس ٹھہراتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دنیاوی معاملہ میں دوسری قوتوں کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کے میدان میں بھی مسلمان آگے بڑھیں اور امام زمانہ بنیں۔

یہ گروہ مختلف راہ نماؤں پر مشتمل تھا جنہوں نے وقت کی ضرورت کو سمجھا اور نئے زمانہ سے روشنی مستعار مانگ کر لائے تاکہ جلد سے جلد مسلمان اپنی شناخت کرائیں۔ علم وفن کے ہنر میں آگے بڑھیں اور تسخیر کائنات کا جو سلسلہ رک گیا ہے وہ پھر شروع کیا جائے۔ انہوں نے مسلمانوں کے سامنے نجات کا ایک دروازہ کھولا کہ دوڑو اور اس اندھیرے سے نکل کر اس دروازے کے باہر آ کر دنیا کا مقابلہ نئی دنیا کے ہی ہتھیاروں سے کرو۔

مگر وائے افسوس کہ مسلمان اس مستعار لی ہوئی روشنی کو اپنا خدا بنا بیٹھے۔ جو دروازہ نجات کے لئے کھولا گیا تھا اسی کو منزل سمجھ لیا۔ نئی روشنی سے اس قدر ان کی آنکھیں خیرہ ہوئیں کہ انہوں نے اس کے آگے گھٹنے بھی ٹیک دیئے۔ نئی تہذیب نے ان کے اپنے اندر کی انانیت کو کچل ڈالا۔ بجائے یہ کہ نئی تعلیم وتہذیب صرف ایک وسیلہ کا کام کرتی اور صرف منزل تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوتی۔ مسلمانوں کی کم ہمتی کہ انہوں نے اس Guide کو ہی Leader بنالیا۔ اور اس نئی تہذیب وتعلیم کی چند خوبیوں کو اس کے تمام تر تعفن سمیت اپنالیا۔ اس روشنی کی چکا چوند کے آگے انہیں وہ غلامی (ذہنی وسیاسی) کا عمیق گڑھا نظر نہ آیا جس پر ان کا اگلا قدم پڑ رہا تھا۔ جس طرح بہت تیز روشنی کی وجہ سے آنکھوں کے آگے لال کالے دائرے ناچنے لگتے ہیں بالکل اسی طرح مسلمان اس قدر حواس باختہ ہوئے کہ انہوں نے قرآن کی جھم جھم کرتی روشنی جو منزل کا پتہ بتاتی تھی اس کو پس پشت ڈال دیا۔ گویا بس اپنی زمین سے محروم ہوگئے اور ہنسی خوشی اپنا ہاتھ اپنے اور اللہ کے دشمن کے حوالے کیا اور اطمینان سے اپنے ہاتھوں اپنی شناخت کا چراغ گل کردیا۔

اور دشمن بھی کون؟ وہ دشمن جس کے انداز فکر اور جس کی تہذیب اور اسلامی فکر وتہذیب میں مغرب ومشرق کا فرق ہے۔ کہاں رحمانی طاقت کی مشک انگیزی اور کہاں طاغوتی طاقت کا تعفن۔ ان کی تہذیب میں کسی ان دیکھی قوت کا خوف نہیں۔ روز جزا حساب وکتاب کا خوف ان کی نیندیں خراب نہیں کرتا۔ چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت کا

کوئی اصول ان کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ پڑوسی اور مہمان کے حقوق سے وہ نا آشنا ہیں۔ وہ تمام چیزیں جو اسلامی معاشرے کی اساس ہیں ان کے ہاں حرفِ غلط کی مانند ہیں۔ جس وقت مسلمان اس ذہنی غلامی کا شکار ہوئے تو ان کی نظریں وہی قدریں پسند کرنے لگیں جو مغربی معاشرے میں پنپتی ہیں۔ جو اچھائی برائی کے معیار انہوں نے قائم کئے وہی ہم نے سر جھکا کر تسلیم کئے۔ ہمیں اپنی مدھم تانوں سے نفرت ہونے لگی اور ان کے شور و غوغے سے بھرپور میوزک پر ہم اپنے سر اور پیر تھرکانے لگے۔ ہمیں باحیا عورتیں اور بزرگوں کا احترام کرتے بچے اچھے نہ لگے بلکہ عاقبت بگاڑتی خواتین اور Bold بچے پسند آنے لگے۔ یہ بات باعث فخر وانبساط ہونے لگی کہ ہماری فلاں عادت یا معیار انگریز کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ جب اس غلامی کے زیرِ سایہ کچھ عرصہ گزرا تو ظاہر تو ظاہر باطن بھی زہر آلود ہونے لگے۔ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کی شہ رگ پر سب سے پہلے حملہ کیا جاتا ہے اور اسلامی معاشرے کی شہ رگ عورت ہے۔ وہ عورت جو اس معاشرے میں جڑ کی حیثیت رکھتی ہے، جو زمین کے اندر بے رنگ و بو کی طرح ہے مگر وہ پورے درخت کو مشقت سے زمین سے نمو کھینچ کر طاقتور بناتی ہے۔ اس کو کھینچ کر باہر نکال لایا گیا اور اس کے ہاتھ سے قوم اور معاشرے کی تشکیل کا ہیرا چرا کر اس کے ہاتھ میں نام نہاد آزادی کا پتھر دے کر بہلایا گیا کہ مارد اس کو جو تم کو کم تر سمجھتے ہیں، ہم تم کو آزادی کی راہیں دکھاتے ہیں۔ کہاں اسلام میں عورت کا مقام، کہاں کائنات کی سب سے حسین شے "جنت" اس کی قدموں تلے بچھائی گئی اور کہاں یہ مغربی معاشرہ، اس نے اس عورت کو محض اسٹینو گرافر اور ٹائپسٹ بنا دیا۔ یہ سب سے کڑا وار تھا جو اس قوم پر کیا گیا۔ اور آنے والی نسلوں کو ان بچوں کی مانند بنا دیا جن کو ماں کی گود سے کھینچ کر ہاسٹل میں وارڈن کے سپرد کر دیا گیا ہو۔ اقبال کے ایک فارسی شعر کا مفہوم اس طرح ہے۔

(یعنی اس قوم کو کیا پیش آ چکا ہے اور کیا پیش آنے والا ہے یہ سب اس کی ماؤں کی جبینوں سے دیکھا جا سکتا ہے)

مغربی تہذیب کی دلدادہ ماؤں کے بطن سے کس طرح محمد علی جوہر، غزالی اور رومی پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہماری آرام طلبی اور عیش پسند طبیعت ہل جل کر اپنے اندر صلاحیت پیدا کرنے کی صلاحیت کھو چکی ہے۔ ہم ان غلامی کی بیڑیوں میں اس بری طرح اور ہنسی خوشی اپنے آپ کو جکڑوا چکے ہیں کہ اب رہائی ناممکنات میں سے نظر آتی ہے۔ ہماری بدقسمتی کہ شاید ہمیں راہبر بننا پسند ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے اتنی محنت تو کرنی ہی پڑے گی کہ اپنے رنگین محل (مستعار ہی سہی) سے باہر کڑی دھوپ میں آئیں اور علم ہاتھ میں لینے کے لئے اپنے ہاتھوں کو تکلیف دیتے ہوئے فضا میں بلند کریں۔

منتخب تحریکی نظم

نعیم صدیقی

مالِ تجارت

یہ مرے ایک پڑوسی کا چہکتا بچہ
روز اسکول میں آتا جاتا!
کبھی روتا، کبھی گاتا جاتا!
مجھے آداب بھی کہتا ہے کبھی
اوکبھی یونہی اچھلتا یہ گزر جاتا ہے
میرے بچوں سے کبھی چھیڑ بھی کر جاتا ہے
آہ! یہ کیسۂ فطرت کا گہر
یہ مشیت کا ہے شہ کارِ ہنر
وقت کی شاخِ تمنا کا اثر
کتنی ہی بار اسے دیکھ کے سوچا میں نے
ہائے اس طفلکِ معصوم پہ کیا گزرے گی!
ان فضاؤں میں ہے طاغوت کی چھریوں کی چمک
ہائے معصوم کے حلقوم پہ کیا گزرے گی!
اپنے اس شہر میں بچوں کے ہزاروں ریوڑ
ایک مقتل کے لئے پلتے ہیں!
ایک منڈی میں انہیں بکنا ہے
چند لقموں کے لئے
چند پیسوں کے لئے
میرے ہمسائے کا معصوم بھی بک جائے گا
اور پھر خود میری اولاد بھی بک جائے گی!
کیا ہے تہذیب؟ یہ منڈی ہے بنی آدم کی
اور طاغوت ہے سیٹھ!
سیٹھ کے کتنے ہی دلال ہیں، کارندے ہیں!
کوئی دفتر میں محرر ہوگا!
کوئی مکتب میں مدرس ہوگا
کوئی جلسے میں مقرر ہوگا!
منصفی ان کی ہے جیل ان کے ہیں!
ان کے کولہو ہیں تو تیل ان کے ہیں!
مکر و افسون کے ہر رنگ کے کھیل ان کے ہیں!
بنک بھی ان کے ہیں ٹکسالیں بھی!
ناچ گھر ان کے، سینما گھر بھی
انہیں ہر رنگ کی آتی ہیں کئی چالیں بھی
کھولے بیٹھے ہیں یہ میخانے بھی
ان کی مینائیں بھی، پیمانے بھی
ان کے اشعار بھی افسانے بھی
کتنے تن روز یہاں بیچ دیئے جاتے ہیں
کتنے من روز یہاں نذر کئے جاتے ہیں
کتنے اخلاق یہاں رہن ہیں روٹی کے لئے
کتنے ایمان یہاں لوٹ لئے جاتے ہیں
عصمتیں بیچ کے جاتے ہیں شباب!
غیرتیں بیچ کے جاتے ہیں جوان!
بال و پر بیچ کے جاتے ہیں عقاب!
دے کے قصاب کو پالے ہوئے بچے اپنے
باپ تن جاتے ہیں، ماؤں کو خوشی ہوتی ہے!
آدمیت کی خودی جانے کہاں سوتی ہے
کاش! ان ماؤں کی گودیں نہ ہری ہو سکتیں
چھاتیاں ان کی نہ یوں دودھ بھری ہو سکتیں
کاش! باپوں کو نہ جوڑے ملتے!
آرزوؤں کے نہ غنچے کھلتے!
راکھ میں دفن شرارے رہتے!
عمر بھر مرد کنوارے رہتے!
کاش! اتنا سا تو بے باک یہ انساں ہوتا!
اپنے بچوں کا گلا گھونٹ کے نازاں ہوتا!
لوگ اولاد کو زندہ ہی اگر گاڑے آتے
آدمی دہر میں اتنا تو نہ ارزاں ہوتا!
لیکن اب کیا ہو کہ ہر ماں تو جنے جاتی ہے
نسل پر نسل ابلتی ہی چلی آتی ہے
اور میں سوچ رہا ہوں پیہم
ہائے اس طفلکِ معصوم پہ کیا گزرے گی!
یہ ہے اک مالِ تجارت! اسے معلوم نہیں!
اسے معلوم ہی کیا؟
کل کسی ظلم کی رکشا میں سے جُتنا ہے
کل یہ کھینچے گا غلاظت کے کسی چھکڑے کو
کل یہ لگ جائے گا ابلیس کی مزدوری میں
کل گناہوں کا سپاہی اسے بن جانا ہے
جی میں آتی ہے کہ خونی بن کر
جی میں آتی ہے کہ لے کر خنجر
اس پر اک وار کروں!
ایک ہی وار فقط ایک ہی وار!
اور پھر ایک پکار!
ایک مظلوم سی چیخ!
اور پھر خون کی دھار!
اسوۂ خضر کی تجدید کروں!
یہ فرشتہ ہے تو طاغوت کے کام آئے کیوں!
ساتھ ہی یہ بھی تو آتا ہے خیال!
اپنے ہمسائے کے بچے سے مجھے کیا مطلب؟
زندگانی کے قضیے سے مجھے کیا مطلب؟
جیسے چلتی ہو یہ گاڑی یونہی چلتی جائے
بیٹھ کر سوچتا رہتا ہوں میں اکثر یونہی
سوچ ہی سوچ میں صدیاں گزریں!
سوچ ہی سوچ میں نسلیں بیتیں!
یونہی اپنی بھی تو کٹ جائے گی عمر
چند بیمار سے سال!

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

آؤ...... اُمّہ اُمّہ...... کھیلیں

مسلم برنی

خاصے عرصہ کے بعد اُمّہ کا درد پھر ہمارے دل میں سوا ہوتا ہے۔ مجلس عمل کے ''عامل'' حضرات تو پہلے ہی سے موقعہ دیکھ کر کبھی آہستہ' کبھی بآوازِ بلند ''اُمّہ اُمّہ'' کا ورد کیا کرتے تھے گویا سارے جہاں کا درد اُن کے جگر میں ہے' مگر اب خیر سے ہمارے حکمراں حضرات بھی اس ''وبا'' کی زد میں آ چلے ہیں۔ وزیراعظم چوہدری شجاعت حسین جو وزارتِ عظمٰی کا ''چلہ'' کاٹ رہے ہیں' قبل اس کے کہ ''چالیسواں'' ہو (اور شاید یہ کالم چھپنے تک ہو بھی چکا ہو) بڑے زور و شور سے ''اُمّہ اُمّہ'' کر رہے ہیں۔ حرمین شریفین میں حاضری لگا کر اور ''شریف فیملی'' سے پہلو بچا کر انہوں نے وہاں سے ''خوشخبری'' سنائی کہ ''سعودی ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے مسلم اُمّہ میں امن واستحکام کے لئے پاک سعودی مشترکہ فورس کے قیام کی تجویز پیش کی ہے۔ بات ہی ایسی ہے کہ کہا جائے تیری آواز مکّے اور مدینے مگر مبارک کہ آواز آ ہی وہیں سے رہی ہے۔ واللہ! دل خوش ہو گیا کہ انہیں مسلم اُمّہ کے امن و استحکام کا کتنا خیال ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا دور دور تک کوئی تعلق واشنگٹن یا عراق سے نہ ہوگا! ویسے ہم سنجیدگی سے اُن کے اخلاص کے قائل ہیں اور ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ اُن کے خاندان کی ایک کثیر تعداد دین کے معاملہ میں مخلص ہے۔ وزیراعظم صاحب نے جدّہ سے کراچی واپس آتے ہوئے طیارہ میں گفتگو کرتے ہوئے پھر فرمایا کہ ''سعودی رہنماؤں نے اُمّہ کے اتحاد میں پاکستان کے کردار کو سراہا' حالانکہ ہمیں اب تک یہ غلط فہمی تھی کہ ہم لوگ ''کردار'' کے بحران میں مبتلا ہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''عراق فوج بھیجنے کا معاملہ اُمّہ' عوام اور پارلیمنٹ کی آراء کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا''۔ دیکھا آپ نے ہمارے وزیراعظم صاحب کے دل میں اُمّہ کا کتنا خیال ہے کہ ہر جگہ پھوٹا پڑتا ہے۔

''اُمّہ اُمّہ'' کے اس دل خوش کن نغمہ میں اور بھی مہربان سُر سے سُر ملا رہے ہیں۔ شوکت عزیز صاحب ہی کو دیکھئے۔ لوگ کہتے ہیں' میں نہیں کہتا کہ موصوف جنرل مشرف صاحب کے ''شوکت'' اور امریکہ بہادر کے ''عزیز'' ہیں...... اب تو وہ مستقبل قریب بلکہ ''عن قریب'' کے نامزد وزیراعظم ہیں (ہو سکتا ہے ان سطور کے چھپنے تک وہ وزیراعظم بن بھی چکے ہوں)۔ اُن تک کو مسلم اُمّہ کا کتنا خیال ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''مسلم اُمّہ کو چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہئے۔ ہم ٹھہرے ''ملا کی دوڑ مسجد تک'' والے' مسجد کی صفوں ہی سے واقف ہیں۔ پتہ نہیں موصوف کن صفوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ اللہ معاف کرے وہ تو نہیں کہ جن میں سب کچھ ''صفا چٹ'' ہو جائے اور رہ جائے نام ''سپر پاور'' کا......!

اور تو اور ایم کیو ایم (متحدہ قومی موومنٹ) والے بھی ''اُمّہ اُمّہ'' کے اس کھیل میں پیچھے رہنے والے کہاں تھے۔ پہلے تو وہ اپنی ہی خول میں بند رہ کر کچھ اُچھل کود کرتے اور ''پتنگ'' اڑاتے رہتے تھے کہ لہو گرم رکھنے کا ہے یہ بھی ایک بہانہ۔ پھر وہ کچھ جھجکتے' شرماتے قومی دھارے میں آئے' اس احتیاط کے ساتھ کہ کہیں یہ دھارا انہیں بالکل ہی بہا کر نہ لے جائے۔ سچ پوچھئے تو ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ اُمّہ کا درد اب اُن کے دل میں بھی کلبلانے لگا ہے۔ فرماتے ہیں ایم کیو ایم کے نمائندہ مرکزی وزیر باؤسنگ سید صفوان اللہ صاحب کہ ''دہشت گرد پاکستان اور مسلم اُمّہ کے خلاف ایک بڑے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں''۔ واللہ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔ حضور! اگر ساتھ ہی دہشت گردوں کی نشاندہی بھی کر دی جاتی تو ''اُمّہ'' کا بڑا بھلا ہوتا۔ ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین نے یہ کہہ کر اس کی نشاندہی کی ہے کہ ''مسلم اُمّہ کی حالتِ زار کے ذمہ دار نام نہاد ملاّ ہیں''۔ یعنی ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور۔ یہ کہہ کر الطاف حسین صاحب نے در پردہ مجاہدین کی تعریف اور پیٹھ ٹھونکی ہے! کہ ہم نے انقلاب چرخِ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں۔

''اُمّہ اُمّہ'' کا یہ کھیل جنرل ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں خوب زور و شور سے شروع ہوا۔ اس کے متعدد ''شو'' صدر غلام اسحاق خان کے زمانہ میں بھی ہوئے لیکن اس کے بعد ایک خاموشی سی چھا گئی۔ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے! اب ایک عرصہ کے بعد پھر پرانی شراب نئی بوتلوں میں حاضر خدمت ہے۔ ''پبلک کے پُرزور اصرار پر'' اس کھیل کے نئے پرنٹ کا ''کھڑکی توڑ'' ہفتہ جاری ہے۔

تعجب ہے بلکہ مقامِ شکر ہے کہ ادھر ہمارے حکمرانوں کا ایک ٹولہ تو ''اُمّہ اُمّہ'' کا یہ گرانڈ شو نہایت ''شجاعت'' اور ''شوکت'' سے دکھا رہا ہے لیکن اُدھر ہمارے پیارے صدر جنرل پرویز مشرف صاحب جو ''سب سے پہلے پاکستان'' کا راگ نہایت دلسوزی سے الاپتے رہے ہیں' اس سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔ مگر یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے کہ ایک طرف صدر مملکت اور چیف آف آرمی اسٹاف ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرۂ دل پذیر بلند کئے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف موجودہ وزیراعظم' نامزد وزیراعظم اور دیگر وزراء کرام کے پیٹ میں ''اُمّہ اُمّہ'' کا درد اٹھا ہوا ہے۔ صدر صاحب بھی کہتے ہوں گے ''من چہ می

''اُمّہ' اُمّہ'' کا یہ کھیل جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں خوب زور شور سے شروع ہوا۔ اب پھر ''پبلک کے پرزور اصرار پر'' اس کھیل کے نئے پرنٹ کا ''کھڑکی توڑ'' ہفتہ جاری ہے''۔

سرایم وطنبورۂ من چہ می سراید'' (میں کیا کہہ رہا ہوں اور میرے یہ سازندے کیا بجا رہے ہیں)...... ویسے ہمیں اپنے صدر مملکت سے جو محبت ہے اُس کی وجہ سے میں ان کی ''استقامت'' کو داد ہی نہیں دیتا بلکہ سیلوٹ پیش کرتا ہوں۔ ''اُمّہ اُمّہ'' کے اس دور میں جب کہ اپنے بھی ''پھسل'' رہے ہیں وہ اپنے نعرہ ''سب سے پہلے پاکستان'' پر قائم ودائم ہیں۔ اسے کہتے ہیں استقامت ! مجلس عمل والو! استقامت سیکھنی ہو تو اُن سے سیکھو۔ یہ نہیں کہ بامسلماں اللہ اللہ' بابرہمن رام رام......!

یہ ''اُمّہ اُمّہ'' والی کہانی ہے خاصی پرانی۔ ماضیٔ قریب کی تاریخ سے ہم اس کا سراغ ''موتمر عالم اسلامی'' سے لگایا ہے۔ ایک زمانہ میں اس کی دھوم ہی نہیں دھام بھی تھی۔ مفتیٔ اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی مرحوم اس کے صدر ہوا کرتے تھے۔ فلسطین میں تو اس کا کام اپنی ''حد'' سے اتنا بڑھ گیا کہ ہم سنبھال ہی نہ سکے اور فلسطین ہی کو گنوا

بیٹھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہاں بھی اس کی ''عظیم الشان'' کانفرنسیں منعقد ہوتی رہیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں ''اُمّہ'' کے غم میں بہترین ماکولات اور مشروبات کے ساتھ مشاورتیں ہوتی رہیں مگر نتیجہ نشستند وگفتند و برخاستند! موتمر کا نام پھر سننے میں نہیں آیا گویا اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی! خدا غریق رحمت کرے موتمر کو کہ اپنی ''موت'' آپ ''مر گئی''۔ مسلم ملکوں میں کہیں کہیں اس کے مزار موجود ہیں۔ سنا ہے کہ پاکستان میں اس کے مجاور راجہ ظفر الحق صاحب بالقابہ ہیں۔

پھر کراچی میں ''احتفال العلماء'' کے دھوم دھڑ کے سے جلسے ہوئے۔ عالم اسلام کے علماء و دانشور اکٹھے ہوئے اور سب نے مل کر ''اُمّہ'' کی زبوں حالی پر آنسو بہائے۔ جب آنسو ذرا خشک ہوئے تو ''شوکت'' کے فلک شگاف نعرے بھی بلند کئے۔ یہی زمانہ تھا جب مسلم لیگ کے مشہور رہنماء چوہدری خلیق الزمان صاحب تقسیم برصغیر کے بعد نیو دہلی میں بھارت کے ترنگے کو سلامی دے کر اور پھر فرار ہو کر پاکستان آ گئے تھے۔ ''قائداعظم ثانی'' بننے کے شوق میں انہوں نے اپنی پٹاری میں سے نیا نعرۂ مستانہ ''اسلامستان'' نکالا اور ''اُمّہ اُمّہ'' کی لے میں لگے اپنی ڈگڈگی بجانے۔ ''اُمّہ اُمّہ کہہ بھیا۔ اُمّہ اُمّہ کہہ بھیا''۔

ایک عرصہ تک سب مزے کی نیند سوتے رہے۔ پھر سعودی عرب کو ایک درویش منش بیدار مغز بادشاہ ملک فیصل بن عبدالعزیز نصیب ہوا۔ چنانچہ وہاں کچھ ہل چل ہوئی اور ''رابطہ عالم اسلامی'' ظہور پذیر ہوئی۔ سنا ہے کچھ عرصے اس نے بھی کچھ ''کارنامے'' انجام دیئے اس کے بعد کا پتہ نہیں کون سی وادی میں ہے' کون سی منزل میں ہے۔ بہت عرصہ سے ''اُمّہ'' سے اس کا کوئی ''رابطہ'' نہیں ہوا۔ زندہ ہے تو خیر ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

اور پھر طلوع ہوئی تنظیم اسلامی یعنی Organization of Islamic Countries جس کا مخفف ہے O.I.C عرصہ سے یہ بچپن ہی کے مزے لوٹ رہی ہے۔ کوئی ایک عشرہ بیت گیا ابھی تک ''پنگھوڑے'' ہی میں پڑی ہے۔ جب کچھ اٹھنے لگتی ہے تو ''اُمّہ اُمّہ'' کی لوریاں اسے پھر میٹھی نیند سلا دیتی ہیں۔ پنگھوڑے کو مسلم ممالک کے حکمران ''جھوٹے'' دیتے رہتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف دیتا ہے' کوئی مغرب کی طرف' کوئی جنوب اور کوئی شمال کی طرف۔ یعنی جس کا قبلہ جس طرف ہو ''یا جو پیا'' چاہے کیونکہ ''سپریم'' تو آج کل ''پیا'' ہی ہے۔ O.I.C کی چھتری تلے جب مسلم ممالک میں کچھ گدگدی پیدا ہوتی ہے تو وہ بیٹھ کر ''اُمّہ اُمّہ'' کا پرانا کھیل شروع کر دیتے ہیں اور جب اٹھتے ہیں تو اُن کا اتفاق صرف ''نااتفاقی'' پر ختم ہوتا ہے۔ گویا بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

اور آخر میں ایک دل خوش کن خبر! 11 جولائی کو علامہ یوسف قرضاوی کی دعوت پر لندن میں علماء کی ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ دنیا کے مختلف حصوں سے 200 سے زائد علماء و مفکرین نے اس میں شرکت کی۔ اکثریت عرب ممالک کی تھی۔ کانفرنس نے علماء کے اتحاد کی ایک عالمی تنظیم بنائی ہے' جو دینی و سیاسی مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کرے گی۔ علامہ یوسف قرضاوی کو اس کا متفقہ طور پر صدر منتخب کیا گیا۔ ایران کے آیت اللہ تسخیری' عمان کے مفتی شیخ احمد الخلیلی اور الجزائر کے شیخ محمد بن بیہ نائب صدر منتخب ہوئے ہیں۔ 20 افراد پر مشتمل ایک مجلس امنا (Trustees Council) تشکیل دی گئی اس میں پاکستان سے جسٹس ریٹائرڈ محمد تقی عثمانی صاحب کا نام شامل ہے۔ 30 افراد کی ایک نگران کونسل بھی تشکیل دی گئی' جس میں پاکستان سے قاضی حسین احمد صاحب کا نام شامل ہے۔ کہا گیا ہے کہ اُمت کو متحد کرنے کے لئے خلافت کا احیاء ہی حقیقی راستہ ہے کیونکہ اسلام دین و دنیا یا دین و سیاست کی تفریق کو قبول نہیں کرتا' لیکن جب تک ایک مضبوط سیاسی اور دینی قوت ظاہر نہیں ہوتی جو مسلمانوں کو سیاسی اور دینی دونوں لحاظ سے متحد کر کے ان کی رہنمائی اور نمائندگی کا حق ادا کر سکے' اور پوری امت کو ایک ہی سیاسی اور دینی قیادت کے گرد جمع کر سکے' اُس وقت تک ترجمانی کے لئے کوئی فارم بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس عالمی تنظیم کی تشکیل اسی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ کوشش اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور ماضی کی طرح ''اُمّہ اُمّہ'' کا کھیل ثابت نہ ہو۔ ایں دعا از من ــــ!

بقیہ: چھتیس خوبیاں' چھتیس خامیاں

بہت کم ہیں۔ مشکل ایجنڈے کے لئے آپ کے پاس کوئی مستعد اور مخلص ٹیم نہیں ہے۔ (12) سول امور میں فوج کی مداخلت کا کلچر غالب ہے۔ آپ کا فوج سے تعلق نہیں ہے۔ (13) مذہبی پریشر گروپ بہت بااثر ہیں۔ (14) مذہب کے حوالے سے ماورائے مملکت کے تصورات بھی پائے جاتے ہیں۔ (15) لسانی' نسلی پریشر گروپ بھی سرگرم ہیں' جنہیں قوم پرست اور علیحدگی پسند بھی کہا جاتا ہے۔ (16) دہشت گرد گروہ مضبوط ہیں۔ (17) قبائلی علاقوں میں شورش بڑھ رہی ہے۔ (18) صوبوں میں ہم آہنگی نہیں ہے۔ خود مختاری نہ ہونے کا احساس ہے۔ (19) آبی ذخائر پر اتفاق رائے نہیں ہے۔ (20) نیشنل فنانس کمیشن پر اتفاق رائے نہیں ہے۔ (21) ضلعی' صوبائی اور وفاقی حکومت میں کشمکش جاری رہتی ہے۔ (22) ایڈ ہاک ازم ہر شعبے میں غالب ہے۔ (23) بھارت کے رویئے خطرناک ہیں۔ (24) افغانستان کے موقف میں شدت پیدا ہو رہی ہے۔ (25) امریکہ کی مداخلت بڑھ رہی ہے۔ (26) وزراء ٹیم ورک کی بجائے انفرادی کارکردگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (27) اپوزیشن موثر ہے۔ (28) چھوٹے سرکاری ملازمین مطمئن نہیں ہیں۔ (29) ناجائز کام کروانا اب ایک کاروبار بن چکا ہے۔ سیاسی ٹاؤٹ وزراء کے حاشیہ بردار بنے رہتے ہیں۔ (30) خفیہ ایجنسیاں جو حکومت کو اندرونی اطلاعات اور رجحانات کی فراہمی کا ذریعہ ہوتی ہیں' وہ کسی واضح مینڈیٹ کے بغیر کام کرتی ہیں۔ آپس میں ان کا رابطہ نہیں ہے۔ (31) سیاست دانوں کی بے رحمانہ ذہنیت نہیں رکھتے۔ (32) اپنا انتخابی حلقہ' برادری یا قبیلہ نہیں ہے۔ (33) میڈیا میں لابی نہیں ہے۔ (34) ذمہ داریوں پر فائز کرنے کے لئے افراد کے انتخاب میں مروت برتتے ہیں۔ (35) صدر کے دباؤ میں رہنا پڑے گا' عسکری امور سے لاتعلق رہنا ہوگا۔ (36) پارٹی کی قیادت کی فرمائشیں پوری کرنا ہوں گی۔

ممکن ہے کہ آپ کی خوبیاں بھی متذکرہ 36 سے زیادہ ہوں۔ اسی طرح خامیوں کی تعداد بھی زیادہ ہو سکتی ہے' کم نہیں۔ حکمرانی کے لئے پاکستان ہمیشہ ایک مشکل ترین زمین رہا ہے۔ پہلے بھی بااثر' تعلیم یافتہ' باتدبیر حکمران آئے جو زبانی بہت صحیح تھے' حالات و مسائل کا ادراک رکھتے تھے لیکن عملاً ناکام ہوتے رہے اور ملک کو مزید کمزور کر گئے۔ لیکن اب ہم ایسے موڑ پر کھڑے ہیں جہاں ایک بھی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کو ایسا امتحانی پرچہ ملا ہے جس میں سارے سوالات کے جوابات لازمی ہیں۔ وقت مقررہ ہے' آپشن ہے ہی نہیں۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور)

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی کراچی سوسائٹی کے رفیق شاہد حفیظ چوہدری کے والد محترم انتقال کر گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق مظہر الحق مظہر کے جواں سال بیٹے گزشتہ دنوں لندن میں وفات پاگئے۔

☆ راولپنڈی شرقی کے مبتدی رفیق آفتاب احمد کے صاحبزادے انجم آفتاب' روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پاگئے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء احباب سے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ ”تنظیم اسلامی“ کی سرگرمیاں اور اطلاعات

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا دورہ چترال

یہ دورہ 5'6 اگست کو چترال میں مختلف پروگرام پر مشتمل تھا۔ انتظامات کے لئے حلقہ سرحد شمالی سے جناب مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب کی معیت میں پانچ رکنی ٹیم 3 اگست کو راقم کے ہمراہ 8 بجے چترال پہنچی۔ 4 اگست کو انتظامی وفد نے پروفیسر کریم اللہ صاحب کے ساتھ مل کر چترال کے بازار میں مختلف چوراہوں اور اہم جگہوں پر بینرز لگانے شروع کئے اور ساتھ دیواروں اور نمایاں جگہوں پر پوسٹرز بھی چسپاں کئے گئے۔ اس طرح پورا دن مصروف رہے۔ ظہر کے وقت ڈاکٹر اکرام اللہ صاحب کے مشورے کے مطابق گاؤں گلدور کی جامع مسجد میں مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے مختصر الفاظ میں اقامت دین کے موضوع پر بات کی' جسے سامعین نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اس نشست میں کم از کم 50 افراد نے شرکت کی۔

نماز مغرب سے فارغ ہوکر باقی ماندہ بینرز پھر لگانے شروع کئے اور رات گیارہ بجے فارغ ہوئے۔

5 اگست صبح 8 بجے کی فلائٹ سے بانیٔ تنظیم' امیر حلقہ سرحد جنوبی اور انجمن خدام القرآن سرحد کے صدر جناب ڈاکٹر اقبال صافی چترال پہنچے۔ مہمانوں کا قیام ہوٹل ماؤنٹین میں تھا۔ گیارہ بجے چترال پریس کلب میں بانیٔ تنظیم نے ”پاکستان ایک نازک موڑ پر“ کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی جس میں تقریباً 80 افراد نے شرکت کی۔ اسی روز بعد نماز عصر ہوٹل ماؤنٹین ان میں علاقے کے معززین سے خطاب تھا۔ جس کے لئے ہوٹل کے لان میں دوسو کرسیوں کے علاوہ مزید انتظامات کئے گئے۔ 6 بجکر 20 منٹ پر خطاب شروع ہوا۔ نماز مغرب کے وقفہ کے بعد خطاب دوبارہ شروع ہوا۔ سوال' جواب کی نشست سمیت 8 بجکر 30 منٹ پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ جس میں تقریباً 250 افراد شریک رہے۔

اسی دوران لاہور سے بھی ایک وفد دعوتی پروگراموں کے سلسلے میں چترال پہنچا۔ اگلی صبح 6 اگست کو بانیٔ تنظیم کا چترال کی مشہور اور تاریخی شاہی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب تھا۔ 11 بجے دن لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ 11 بجکر 45 منٹ تک مسجد کا اندرونی و بیرونی ہال اور لان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 5 ہزار تک تھی۔ اسی دوران ایک تین رکنی ٹیم چترال کے گاؤں گلدور جامع مسجد میں چلی گئی۔ وہاں مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب نے ”فرائض دینی کا جامع تصور“ پر مفصل خطاب فرمایا۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 500 تک تھی۔

اس روز کی آخری نشست شام 6 بجے سوال و جواب پر مشتمل تھی۔ تقریباً 200 افراد اس نشست میں شریک رہے۔ 7 اگست کو صبح 9 بج کر 15 منٹ پر بانیٔ تنظیم اور ان کے ساتھی واپسی کے لئے عازم سفر ہوئے' جبکہ باقی ماندہ وفد چترال میں مزید تین دن تک قیام پذیر رہا۔ اس سارے دعوتی دورے کے انتظامات جناب ڈاکٹر اکرام اللہ صاحب اور ان کے بزرگوارم جناب پروفیسر کریم اللہ صاحب نے بڑی انتھک محنت و مشقت سے کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے اور یہ جدوجہد ان کے لئے توشۂ آخرت بنا دیں۔ آمین! (رپورٹ: سعید اللہ خان' دیر)

تربیت گاہ برائے مدرسین 2004ء' کراچی

قرآن اکیڈمی کراچی میں دوسری ہفت روزہ مدرسین تربیت گاہ 24 تا 30 جولائی 2004ء منعقد ہوئی۔ اس تربیت گاہ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے رفقاء جو اپنے اپنے علاقوں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور اسلام کی انقلابی فکر کے داعی اور مبلغ بن کر اس کا پرچار کر رہے ہیں' ان کے لئے نظری' فکری اور عملی رہنمائی کا سامان کیا جائے۔ تربیت گاہ کی ابتداء بعد از نماز عصر ہوئی جس میں ناظم تربیت محترم شاہد اسلم صاحب نے تمہیدی گفتگو میں سورۃ احقاف کی آیت 29 کی روشنی میں علم کی فضیلت واضح کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح جنات کی جماعت نے نبی کریم ﷺ سے قرآن سنا اور اس پر فوراً ایمان لائی اور اپنے علاقہ میں جا کر اس دعوت کو پھیلانے والے بن گئے اور اپنے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خبردار کیا۔ بالکل اسی طرح ایک داعی دین کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے احکامات پر خود عمل کرنے والا بن جائے اور دوسروں کو بھی اس دین حق کی طرف بلائے۔ اس کے بعد شرکاء کا تعارف ہوا اور ان کے لئے اگلے دن کے دروس اور خطابات کا تعین کیا گیا۔ مورخہ 25 جولائی کو تہجد کی نماز کے لئے شرکاء کو جگایا گیا جو بقیہ دن بھی اسی طرح جاری رہا۔ بعد نماز فجر مختلف شرکاء نے ہر روز مندرجہ ذیل موضوعات پر درسِ قرآن دیا' سورۃ العصر' سورہ حٰم السجدہ 30 تا 36' سورہ التوبہ 111 تا 112' سورہ الحج آخری رکوع' سورہ الاعراف 21 واں رکوع' سورہ الشوریٰ 13 تا 19' سورہ الحدید 7 تا 15۔ اس تربیت گاہ میں شرکاء کو مختلف خطابات کے لئے مندرجہ ذیل موضوعات دیئے گئے: دینی فرائض کا جامع تصور' عبادت رب' دین اور مذہب میں فرق' مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق' نبی کریم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں' جہاد فی سبیل اللہ' منہج انقلاب نبوی ﷺ' اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت' نیکی کا حقیقی تصور' سہ نکاتی لائحہ عمل' خدمت خلق اور اس کے مختلف پہلو اور اس کی اہمیت اور توکل کی حقیقت اور اس کے ثمرات' جن پر شرکاء نے بھرپور تیاری کر کے تقاریر کیں۔ شرکاء کی اصلاح کے فرائض ناظم تربیت محترم شاہد اسلم صاحب' ناظم حلقہ سندھ زیریں محترم انجینئر نوید احمد صاحب اور محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے انجام دیئے۔ شرکاء کی فکری و عملی رہنمائی کے لئے امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب' ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر صاحب اور جناب رشید ارشد صاحب نے لیکچرز دیئے۔ محترم رحمت اللہ بٹر صاحب نے فرائض دینی پر مذاکرہ کروایا' جس میں آپ نے دعوت' تبلیغ' امر بالمعروف اور شہادت علی الناس کی اہمیت کو شرکاء سے سوال و جواب کے ذریعے واضح کیا۔ اس کے بعد محترم رشید ارشد صاحب نے ”درس قرآن کی تیاری کیسے کی جائے“ کے موضوع پر قیمتی ہدایات دیں۔ آپ نے مختلف تفاسیر اور مختلف کتب احادیث کے مطالعہ کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے ”درس قرآن کے لئے خصوصی ہدایات“ کے موضوع پر شرکاء کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ مدرسین کے لئے سب سے اہم چیز اخلاص نیت ہے' ایک مدرس کا اصل مقصد شہادت علی الناس کے فریضہ کی انجام دہی ہونی چاہئے۔ مدرسین کو احتیاطی تدابیر کے سلسلہ میں مشورہ دیا کہ دقیق علمی پہلوؤں سے پرہیز کرنا چاہئے' اسلاف سے ہٹنے سے گریز کرنا چاہئے' کسی خاص گروہ پر تنقید نہیں کرنا چاہئے اور خاص طور پر مدرس تنظیم کے معاملہ میں ذاتی طور پر Discipline کا خوگر ہو اور شخصیت میں تواضع اور انکساری ہو' اور قیام اللیل کے اہتمام کی بھی کوشش کرتا ہو۔ اس تربیت گاہ میں 13 مدرسین نے شرکت کی اور انہوں نے اسے بہت مفید پایا۔ اس تربیت گاہ کے اختتام پر شرکاء نے تحریری طور پر اپنے تاثرات دیئے۔ تربیت گاہ کے اختتام سے پہلے جناب ناظم تربیت شاہد اسلم صاحب نے شرکاء کو اپنا تفصیلی تعارف کروایا۔ جس کے بعد اذان جمعہ پر اس تربیت گاہ کا اختتام ہوا۔
(رپورٹ: سلیم الدین)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

4 تا 5 اگست تنظیم اسلامی ایبٹ آباد نے دو روزہ دعوتی و تربیتی دورے کا انعقاد بمقام کالا پانی نزد (ٹھنڈ یانی) کے مقام پر کیا۔ اس کا انفرادی سطح پر جہاں رفقاء کو فائدہ ہوا اس کے ساتھ ساتھ مجموعی طور پر تحریک بھی مستفید ہوئی۔ دعوتی و تربیتی حوالہ سے مختلف پروگرام ہوئے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ مقامی رفقاء کے ہمراہ دعوتی گشت ہوئے۔ پہلا درس قرآن (عظمت قرآن) کے حوالے سے تھا۔ بعد از نماز عصر یہ درس قرآن ذوالفقار علی صاحب نے دیا۔ دوسرا درس قرآن بعد از نماز مغرب حافظ ہارون قریشی نے دیا' جو ”قرآن حکیم کے حقوق“ کے حوالے سے تھا۔

تیسرا درس قرآن محمد ندیم اعوان نے ”آیۂ بر“ کے حوالہ سے دیا' یہ 15 اگست کو ظہر کی نماز کے بعد ہوا۔ چوتھا اور آخری درس قرآن عبدالرحمٰن رفیع نے ”اللہ کی پکار پر لبیک“ کے حوالہ سے دیا۔

تربیتی حوالہ سے جو پروگرام ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ مطالعہ حدیث حافظ ہارون قریشی نے کروایا۔ اعجاز احمد صاحب نے سونے کے آداب بیان کئے اور دوسرے دن درس حدیث تعلم القرآن حافظ ہارون صاحب نے دیا۔ تجوید کی مشق ہارون قریشی نے کروائی اور مطالعہ احکام میت (باب اول) کا مطالعہ بھی حافظ صاحب ہی نے کروایا۔ مذاکرہ وضو / نماز مذاکرہ کتاب دعوت

اللہ اور'' آفاتِ لسان'' پر لیکچر عبدالرحمٰن صاحب نے دیا۔

اس سارے پروگرام کے اندر آٹھ رفقاء نے کل وقتی اور وہاں کے دو مقامی رفقاء نے جز وقتی شرکت کی۔ خاص طور پر دو رفقاء سعید اعوان اور اعظم اعوان نے علاقے کے لوگوں کو دعوت دینے میں کافی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ ان شاء اللہ اس قسم کے دعوتی و تربیتی دورے جہاں اپنے رفقاء کو فائدہ پہنچائیں گے وہاں فکر تنظیم کے پھیلنے میں بھی مدد ملے گی۔

(رپورٹ: عاصم رحمٰن' ایبٹ آباد)

تربیتی وسیاحتی دورہ' تنظیم اسلامی ایبٹ آباد

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد نے ناران کا ایک تربیتی و سیاحتی دورہ ترتیب دیا۔ مشورہ سے 19 جولائی کو صبح کا وقت روانگی کے لئے طے کیا گیا۔ امیر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد جناب ذوالفقار علی صاحب قافلے کے امیر تھے جبکہ ناظم کی ذمہ داری عبدالرحمٰن رفیع صاحب کی تھی۔ رفیق محترم انعام اللہ صاحب نے سفر کے لئے اپنی دوست سے گاڑی مستعار لے لی تھی۔ جسکی وجہ سے سفر میں آسانی رہی۔ انہوں نے ہی ڈرائیونگ بھی کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ پروگرام سے قبل میٹنگ میں سفر کی تفصیلات طے کی گئیں۔ سیاحوں کی زبانی یہ معلوم ہوا تھا کہ ناران میں اشیائے خورد ونوش کی قیمتیں زیادہ ہیں۔ اس لئے کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ لے جایا گیا۔ الغرض 19 جولائی کو صبح 4 رفقاء پر مشتمل یہ قافلہ ایبٹ آباد سے روانہ ہوا۔

ایبٹ آباد سے نکل کر مانسہرہ پہنچے۔ یہاں تھوڑی دیر رک کر پھل خریدے گئے اور پھر گاڑی ناران کی سڑک پر دوڑنے لگی۔ راستے میں آنے والے چند اہم مقامات عطر شیشہ' بالاکوٹ' کیوائی' جرید' مہانڈری اور کاغان تھے۔ سڑک کے ساتھ ساتھ دریائے کنہار تھا جو کبھی بہت قریب آ جاتا اور کبھی اتنا دور چلا جاتا کہ صرف ایک چشمہ معلوم ہوتا۔ دوران سفر وضو اور نماز کا مذاکرہ کیا گیا۔ راستے میں چند مقامات پر رک کر قدرتی مناظر سے لطف اٹھایا گیا۔ 12 بجے کے قریب کاغان پہنچے۔ یہاں کچھ دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ کاغان سے نکلتے ہی تیز بارش شروع ہوگئی۔ مگر الحمد للہ ناران سے پہلے ہی ختم ہوگئی۔ ظہر کے قریب ہم ناران پہنچے۔ دریائے کنہار جو اب بالکل ساتھ تھا۔ اس کے کنارے خیمے نظر آئے۔ یہاں کا منظر بہت خوبصورت تھا۔ سب سے پہلے نماز ظہر کی تیاری کی گئی۔ نماز کے بعد شکرانے کے نوافل ادا کئے گئے۔ دریا کے کنارے دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ یہاں موسم سرد تھا۔ اب ہماری منزل جھیل سیف الملوک تھی۔ جھیل کا راستہ دشوار تھا اس لئے ہم ایک جیپ سے کرایہ طے کر کے جھیل کی طرف روانہ ہوئے۔ جھیل سیف الملوک دنیا کی بلند ترین اور خوبصورت ترین جھیل ہے۔ ڈرائیور نے بتایا کہ دس سال قبل تک یہاں صرف غیر ملکی سیاح آتے تھے۔ آخر کار ہم جھیل پر پہنچے۔ جھیل اور ارد گرد کے پہاڑوں کا منظر بڑا دلکش تھا۔ بادل پہاڑوں کو چھو رہے تھے۔ یہ منظر بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ پہاڑوں پر برف دھوپ سے چمک رہی تھی۔ یہ مناظر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور شان ظاہر کر رہے تھے اور رفقاء کے دل اسی احساس سے موجزن تھے۔ کسی کا جی یہ جگہ چھوڑنے کا نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر سردی بڑھ رہی تھی اس لئے نماز عصر ادا کرنے کے بعد واپس ناران روانہ ہوئے۔

ناران میں رہائش گورنمنٹ ہائی سکول میں اختیار کی گئی۔ صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد چہل قدمی کی گئی۔ ناران کے خوبصورت مناظر سے لطف اٹھایا گیا۔ ناشتے کے بعد ناران سے واپس روانہ ہوئے۔ اب ہماری منزل شوگراں تھی۔ کاغان اور بالاکوٹ کے درمیان ایک قصبہ کیوائی ہے۔ یہاں سے سڑک شوگراں کی طرف جاتی ہے۔ یہ خاصی بلندی پر واقع ہے۔ کیوائی تک راستے میں چند خوبصورت مقامات پر ٹھہرا گیا۔ سفر کے دوران رفقاء کی نظر ایک پہاڑ کی برف پر پڑی جو لفظ ''اللہ'' کی صورت میں نظر آ رہی تھی۔ کیوائی سے اوپر کی طرف شوگراں کا سفر شروع ہوا۔ سڑک تنگ تھی اور اونچائی کی طرف جا رہے تھے اس لئے رفتار خاصی کم تھی۔ آخر کار ہم شوگراں پہنچے۔ یہاں رفقاء گھوم پھر کر قدرت کے حسین مناظر سے لطف اندوز ہوئے۔ یہاں بھی بادل پہاڑوں پر بسیرا کر رہے تھے۔

سورج کی دھوپ میں چمکتی برف بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ رفقاء قریبی مسجد پہنچے یہاں تبلیغی جماعت ٹھہری ہوئی تھی۔ انہوں نے رفقاء کا اکرام کیا۔ یہاں مسنون دعاؤں کا مذاکرہ ہوا۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ایک خوبصورت مقام پر کھانا کھایا گیا پھر یہاں کے مناظر سے مزید لطف اٹھا کر واپسی کا سفر شروع کیا گیا۔ عصر کے قریب بالاکوٹ پہنچے۔ یہاں تحریک جہاد کے شہداء کے مزاروں پر حاضری دی گئی۔ پہلے سید احمد شہید کے مزار پر پہنچے۔ یہاں دعا کے بعد شاہ اسمٰعیل شہید کے مزار کی طرف روانہ ہوئے۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد شاہ صاحب کے مزار کی زیارت کی گئی۔

بالاکوٹ میں کچھ وقت ٹھہر کر دعوتی کام کرنے کا پروگرام تھا۔ مگر مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت نہ مل سکی۔ اس لئے واپس ایبٹ آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں رفقاء نے اس پروگرام کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے۔ پروگرام کو مفید قرار دیا گیا اور آئندہ بھی اس طرح کے پروگرام ترتیب دینے کی سفارش کی گئی۔ عشاء سے قبل رفقاء ایبٹ آباد پہنچ گئے۔ (مرتب: اسد قیوم)

تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ میں فہم دین کورس

تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ کے زیر انتظام فہم دین کورس سبا کمپیوٹر اکیڈمی علی مارکیٹ پنڈی گھیپ میں منعقد کیا گیا۔ اس کے لئے سبا اکیڈمی کے مالک عامر محمود صاحب کے بھی انتہائی مشکور ہیں کہ انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک کمرہ وقف کر دیا اور اکیس دن تک مسلسل ہمارا پروگرام اس میں منعقد ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی دینی تعلیمات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اقامت دین کی جدوجہد میں ہمارا ساتھی بنائے۔ (آمین)

اس پروگرام کا آغاز 5 جون 2004ء کو محترم نیاز صاحب کے درس سے ہوا جنہوں نے علم کی اقسام اور علم کی فضیلت پر سیر حاصل درس دیا۔ محترم نیاز صاحب بھارہ کہو راولپنڈی سے تشریف لائے تھے۔ فہم دین کورس ان ایکس C.D پر مشتمل تھا جو کہ بانی تنظیم نے ابوظہبی 1985ء پروگرام میں ریکارڈ کرائی۔ ان کا عنوان سورۃ العصر کے حوالے سے ''قرآن کی عظمت اور اس کی بنیادی تعلیمات'' ہے۔ اس میں 21 سی ڈیز شامل ہیں۔ جو درج ذیل عنوانات کے تحت ہیں۔ عظمت قرآن' راہ نجات' حقیقتِ ایمان' عمل صالح' تواصی بالحق' تواصی بالصبر' حقیقت نفاق' حقیقت و اقسام شرک اور اقامت دین۔

یہ پروگرام 5 جون 2004ء سے 25 جون 2004ء تک جاری رہا بلکہ تعارفی پروگرام مورخہ 4 جون 2004ء کو بعد از نماز مغرب مقرر کیا گیا تھا۔ اس پروگرام میں رفقاء و احباب کے علاوہ اکیڈمی کے شاگرد بھی شامل ہوتے رہے۔ چونکہ یہ پروگرام شہر کے مرکزی علاقے میں ہوا۔ اس کے لئے کافی چہل پہل رہتی اور جزوی طور پر شرکت زیادہ رہتی۔ مجموعی طور پر اس پروگرام سے 244 افراد مستفید ہوئے اور جزوی شرکت اس کے علاوہ رہی۔

اس پروگرام کی تشہیر کے لئے شہر میں 150 سے زائد پوسٹر لگائے گئے تھے۔ اور اسی طرح بہت بڑا بینر بھی آویزاں کیا گیا تھا۔ تمام رفقاء نے اپنے اپنے محلے میں اس کے لئے محنت کی۔ اور اس طرح یہ پروگرام کامیاب رہا۔

اللہ تعالیٰ سب رفقاء کو ان کی محنت کا اجر عطا فرمائے۔ اس پروگرام کے روح رواں منیر صاحب تھے جو کہ اسرہ عثمان غنیؓ کے نقیب بھی ہیں۔ اس کے لئے مبتدی رفیق عمر عزیز اور محمد آصف نے بھی اچھی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ (عبدالرحمٰن نوید' مقامی امیر)

تنظیم اسلامی سرگودھا کی دعوتی سرگرمیاں

1۔ 5 جولائی 2004ء سے انگلش لینگویج کورس کے لئے چھٹیوں کی وجہ سے فارغ نوجوانوں کے ساتھ Interaction کی غرض سے رابطے کئے گئے۔ ماشاء اللہ اس کا Response ہماری امید سے بڑھ کر ہوا کوئی 157 افراد نے درخواستیں دیں۔ مشاورت کی گئی اور وسائل کے پیش نظر کلاس میں 35 کی بجائے 45 طالب علم داخل کرنے کا فیصلہ ہوا اور ایک کے بجائے دو کلاسیں چلائی جائیں۔ صبح 7 سے 9 بجے تک کلاس میں گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ ہوں گے اور شام کی کلاس بعد نماز مغرب سے عشاء میں Under Graduates کو Select کیا گیا اور بقایا حضرات سے معذرت کرنی پڑی۔ یہ کلاس قریب ایک ماہ کے دورانیہ کی ہوگی اور روزانہ دو پیریڈ انگلش اور ایک پیریڈ ''شعور حیات'' میں انسان کا مقصد حیات اور مطالبات دین کو نوجوان نسل تک پہنچانے اور آج کے ماحول میں دور جدید کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے اپنے ایمان کی آبیاری کا شعور اجاگر کرنے کو ہدف بنایا گیا۔

2۔ 9 جولائی 2004ء کو بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب خصوصی نشست ''درس قرآن'' کا اہتمام

کیا گیا۔ موضوع تھا ''توبہ'' اور ''رجوع الی القرآن'' کا فلسفہ۔ ایک مومن کی ذمہ داری اور ایمان کو معتبر بنانے کے تقاضوں پر سیر حاصل گفتگو کی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل طریقہ انداز سے یہ ثابت کرنے کی ممکنہ سعی فرمائی کہ موجودہ دور میں مسلمان جس بحرانی صورت حال سے دوچار ہیں اس کا واحد علاج ''رجوع الی اللہ'' اجتماعی توبہ اور اللہ تعالیٰ کے سایۂ عاطفت میں پناہ کا حصول ہے۔

راقم نے اختتامی کلمات میں اجتماعیت کی اہمیت اور اقامت دین کی فرضیت کو واضح کرتے ہوئے مہمان خصوصی اور سامعین سے اس کام میں تعاون کی اپیل اور شکریہ ادا کیا۔ سوال وجواب بھی ہوئے۔

3۔ 17 جولائی ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات ذیلی حلقہ کے رفقاء کی تربیت کے لئے ماہانہ شب بسری کا اہتمام تھا۔ جوہرآباد اور خوشاب کے رفقاء نے بھی شمولیت کی۔ بعد از نماز مغرب مسجد جامع القرآن مرکز تنظیم اسلامی میں ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے ''درس حدیث'' سے آغاز کیا۔ اس کے بعد کھانے کا انتظام تھا اور بعد نماز عشاء اس مرتبہ معمول کے پروگرام کے بعد مطالعہ لٹریچر کو مرکزی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ نظام العمل کے update کتابچہ کے حوالہ سے تعارف تنظیم کے حوالہ جات کو خصوصی اور تفصیلی طور پر افہام وتفہیم کی غرض سے مطالعہ ومذاکرہ کا موضوع بنایا گیا۔ بعد میں نئے وپرانے رفقاء کا تعارف کرایا گیا۔ رات ایک بجے ڈاکٹر صاحب نے مجلس برخاست کروائی۔ صبح انفرادی اعمال اور نماز فجر کے بعد ''درس قرآن'' بصورت مختصر ترجمہ وتفسیر اور تجوید تلاوت میں تمام رفقاء کی شمولیت کروائی گئی۔

اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ اور بیرون کے رفقاء کو الوداع کہا گیا اور تمام رفقاء اکھٹے ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جستجو میں اپنے اپنے مقام کو روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ یہ سعی قبول فرمائے اور دین کے راستے پر چلنا آسان فرمادے۔

(رپورٹ: کے بی ملک' امیر ذیلی حلقہ تنظیم اسلامی' سرگودھا)

تنظیم اسلامی جار باجوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

جولائی کے مہینہ میں باجوڑ ایجنسی کے اساتذہ کے لئے محکمہ تعلیم کی جانب سے ایک کورس کا انعقاد کیا گیا جس میں راقم کے علاوہ اسرہ حیاتی کے نقیب جناب شیر محمد حنیف بھی شریک تھے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے فارغ اوقات میں شرکاء کے لئے مختلف موضوعات کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا۔

پروگرام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ 2 جولائی 2004ء کو شیر محمد حنیف صاحب نے ''دین ومذہب کا فرق'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

2۔ ہفتہ 3 جولائی 2004ء کو موصوف نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

3۔ پیر 5 جولائی 2004ء کو خطاب کے لئے تنظیم خار باجوڑ کے امیر ڈاکٹر فیض الرحمٰن کو خصوصی طور پر بلایا گیا تھا۔ آپ نے ''حقیقت ایمان'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

4۔ جمعرات 8 جولائی 2004ء کو شیر محمد حنیف صاحب نے ''منہج انقلاب نبویؐ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

5۔ جمعہ 9 جولائی 2004ء کو موصوف نے ''خلافت کیا' کیوں اور کیسے؟'' کے موضوع پر نہایت مدلل انداز میں خطاب کیا۔

اس پروگرام میں کل سو اساتذہ شریک تھے۔ جنہوں نے اس سلسلہ خطابات کو بہت پسند کیا۔

(رپورٹ: محمد سعید معتمد تنظیم اسلامی جار باجوڑ)

تنظیم اسلامی میرپور حلقہ شمالی پنجاب کے زیر اہتمام شب بسری پروگرام

مورخہ 31 جولائی 2004ء کو میرپور کے مقام پر بعد نماز عصر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی انٹرنیشنل خلافت کانفرنس کا ویڈیو کیسٹ کا کچھ حصہ دیکھنے سے اس پروگرام کا آغاز ہوا۔ نماز مغرب کے بعد قاری منشاء الرحمٰن صاحب نے تجوید کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور ایک سورۃ پڑھائی اس کے بعد افتخار احمد صاحب نے سورۃ العصر کے حوالے سے خطاب کیا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد قاری شبیر احمد صاحب نے حدیث کی روشنی میں نماز عصر کی اہمیت پر روشنی ڈالی جبکہ نائب حسین صاحب نے دنیا و آخرت کا موازنہ پیش کیا کہ دنیا کس قدر عارضی اور بے حقیقت ہے جبکہ آخرت کی نعمتیں لازوال۔ اس نشست میں 13 شرکاء تھے۔ نماز عشاء کے بعد قیام اللیل کے حوالے سے قاضی محمود اختر نے گفتگو فرمائی جبکہ ''اسلام محض مذہب نہیں بلکہ دین ہے'' کے موضوع پر راقم نے مختصر بیان کیا۔ آخر میں سید محمد آزاد نے میثاق سے ''ایک رفیق کے دعاؤں کے معمولات'' پڑھ کر سنائے۔ رات گیارہ بجے رفقاء سو گئے۔ رات پونے تین بجے بیدار ہوئے۔ نماز تہجد ادا کی گئی۔ تمام رفقاء نے جس چیز کو اہم سمجھا اسے تین تین منٹ میں بیان کیا۔ نماز فجر کے بعد مسجد ابوالقاسم کے قاری صاحب کی دعوت پر سید محمد آزاد نے قرآن کی تلاوت کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے فرمایا قرآن تحفۂ الٰہی ہے۔ جس کا ایک سرا قاری قرآن کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ مسلمان کی زندگی قرآن کی تلاوت' اس کی تفہیم' اس پر عمل اور دوسروں کو اس کی تعلیم سے عبارت ہے۔ اس کے بعد ناشتہ ہوا۔ اس کے بعد مشاورت ہوئی اور 28 اگست 2004ء کو مسجد دارالسلام میں شب بسری کا پروگرام طے پایا۔ میرپور کے مقام پر شب بسری محترم فیاض اختر صاحب' ارشد جاوید صاحب اور افتخار احمد صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ فیاض اختر صاحب خصوصی شکریے اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ انہوں نے رفقاء کے اصرار کے باوجود طعام کا پورا خرچ بھی برداشت کیا اور اس کا اہتمام اپنے گھر پر کیا۔ حالانکہ ان کے بچے لاہور مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فیاض اختر صاحب کے کاروبار میں برکت ڈالے اور انہیں اجرِ خاص سے نوازے۔

(رپورٹ: غلام سلطان' اسرہ جی دارالسلام)

☆ ایک جانب عالم مغرب کی کنیز UNO عالمِ اسلام سے شرم وحیا' عصمت وعفت اور خاندانی نظام کی جڑیں کھودنے کے منظم پروگرام پر عمل پیرا ہے۔

☆ دوسری جانب بعض نام نہاد مسلمان دانش ور عالم مغرب کے آلہ کار بن کر مسلمانوں میں مغربی تہذیب کے رواج کے لئے اسلامی شعائر کے خلاف ''فتوے'' دے رہیں اور Rand Corporation کی تجاویز کے مطابق انگلش اخبارات اور ٹی وی چینلز انہیں عوام تک رسائی کے مواقع فراہم کررہے ہیں۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ اسلام کی اصل تعلیمات کو نہ صرف کتاب وسنت بلکہ عقلی اور منطقی دلائل کے ساتھ مبرہن کرکے عام کیا جائے۔ چنانچہ:

تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام

اتوار 5 ستمبر 04ء صبح 10:00 بجے

ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور میں

داعیٔ تحریک خلافت پاکستان وبانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

اسلام میں پردے کے احکام

اور

UNO کا سوشل انجینئرنگ پروگرام

کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔ آپ کو مع خواتین خانہ شرکت کی دعوت ہے۔

تحریک خلافت پاکستان 3/17 اللہ بخش سٹریٹ' وسن پورہ' لاہور

فون: 7601060-6316638

Pakistan movement is no more than a joke.

Both the history and the future of Pakistan are rooted in a complex relationship between Pakistan the "Islamic" state — a physically bounded territory with an Islamic legal and international personality that would be guided by Islamic scriptures and traditions — and Pakistan the nation — mission-bound to serve as a beacon for oppressed or backward Muslim communities elsewhere in the world. Pakistan has bitterly failed at both the state and the nation level. The rot that started at the top has trickled to the roots and the nation as a whole is as oblivious of its responsibilities as is its leaders.

The forces that undermine Pakistan are nevertheless alive and well focused. Think about the following and count the days towards the end of Pakistan:

1. For the second year, Israelis have topped tourist list in Kashmir where businesses are changing the language of their outlets' signboards from English to Hebrew They are neither ordinary Israeli nor are they visit Kashmir only for vacation.

2. Pentagon recently stressed that it must train Pakistan military officers to increase Washington's influence over the country's armed forces. Paul Wolfowitz told the House Armed Services Committee on August 10, 2004 that failure to train Pakistan officers could mean "pushing them into the one alternative, which is the Islamic extremists...It's not as though if we leave them alone, nobody else will go out to recruit them."

3. Iran must bring its nuclear program to an end and Pakistan's nuclear arsenal must be in safe hands, but Israel's weapons of mass destruction must remain a "must-have."

4 Leave Kashmiris' fate in Indian hands and push Afghans back into Afghanistan so that the US could rule them. This is what is in total contraction to the founding vision but this is what Pakistan is doing. Some 200,000 Afghan refugees have been living in the remote border areas of Pakistan, in poor and insecure conditions. In the past few months, as the Pakistani operations in the tribal area of South Waziristan have risen in strength, countless refugee home are destroyed and thousands of Afghans are pushed back into Afghanistan. According to New York Times: "Refugees have been given as little as two hours' notice to leave before their houses were bulldozed, according to officials with the office of the United Nations High Commissioner for Refugees. Some have returned to Afghanistan with no belongings, homeless once again."

5. Almost all in the NGOs sector and many politicians to the level of former Prime Minter Zafrullah Khan Jamali, Pakistanis have come to believe that the source of Pakistan's creation, the Two-nation theory is no longer valid

6. After facilitating occupation of Afghanistan, dictator Musharraf and his inner circle used the recent SAARC summit as a forum for direct and secret meetings with India's top brass. This was in order to consolidate a US inspired secret agreement to smooth the path for Pakistan in accepting Kashmir as an integral part of India. Musharraf announced the deal after a closed meeting with Vajpayee on January 6, 2003 when he said: "History has been made...The string that was broken at Agra has been repaired in Islamabad". After a phone conversation the next morning with Vajpayee, Musharraf confirmed that: "The deal was sealed". A cautious, secretive and incremental process has been adopted in order for India and Pakistan to work jointly in eliminating the threats to the understanding. Officials from Pakistan and India were very nervous as regards a leak.

7. Despite Pakistan's surrender on every front, India signed a $ 1 billion sale of Phalcon Airborne Early Warning Systems deal with Israel in October 2003.

8. Despite dictator Musharraf's sacrificing Pakistani soldiers for the US, the US kept on accusing it for secret nuclear pact with Saudi Arabia selling nuclear technology and for being not sincere to the USA CATO study called Pakistan's cooperating "grudging and spotty." All these are in preparation for facilitating the US to make a U-turn on Pakistan any time it may decide to crush it directly or through India.

9. As the nation that was supposed to be mission-bound to serve as a beacon for oppressed or backward Muslim communities elsewhere in the world is lost in HBO, Z-TV and Sony, the government is devoted to revising school curriculum for teaching them submissiveness to occupation

The above discussion may not reflect the extent to which Pakistanis as a whole have undermined Pakistan. What is undeniable and know is that ideologically Pakistan has long been dead. If there are any traces of it still linger on invisibly, the US war on it will deal with it appropriately. The left over physical existence neither makes a difference, nor would survive without its soul for too long.

All these might be very encouraging signs for the Islam and Pakistan bashers. However, we must not forget that the end of Pakistan could well lead to the beginning of "Jihad from Hind" (India) towards which Prophet Muhammad (PBUH) made a reference 1400 years ago.

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ' ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

النصر لیب: 950-بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

the politicians a free hand, and the politicians are so insecure and corrupt that they instinctively turn to the armed forces for political support. Pakistan will continue as a state that hovers on the edge of sham democracy till it hit the post.

The present arrangement of a military-led government will prevail to guide Pakistan into its permanent demise. Various outside actors will repeatedly challenge the legitimacy of the state, but not the army rule. Pakistan is in the ambivalent position of having an army that can neither govern nor allow civilians to rule. Thus, because the army itself established on the foundation of *Iman* (Faith), *Taqwa* (fear of Allah) and *Jihad fi sabeelillah* (*Jihad* in the cause of Allah) is an inherently Islamic institution (Musharraf may profess admiration for Ataturk but few of his colleagues share this enthusiasm), radical change is inconceivable. But the potential for polarization is beyond one can imagine.

What is considered as the army's conceptual ability to plan a strategy of incremental change that would fundamentally reform Pakistan's ailing institutions is actually what leads Pakistan into its disappearance from the world map. Analysts believed that Pakistan's army is strong enough to prevent state failure but not imaginative enough to impose the changes that might transform Pakistan either in the image for which it was created or the image which the US wants it to adopt. Unfortunately, rather than transforming, the change that Pakistani leaders surrounding general Musharraf have chosen will gradually fizzle out Pakistan into oblivion.

As for nationhood, can the army create an identity compatible with the vision of Pakistan, as well as with the objectives that led to Pakistan's creation? Because of its dominant position in the state, the army has a veto over any attempt to change the consensus view of Pakistan's identity.

Pakistan's most unique feature is not its potential as a failed state but the intricate interaction between the physical/political/legal entity known as the state of Pakistan and the idea behind Pakistan and the Pakistani nation. Few if any other nation states are more complex than Pakistan in this respect, with the Pakistani state often operating at cross-purposes with the purpose of its creation and Pakistani nation.

The state has certainly been failing for many years, but Pakistan's creation and the Pakistani nation also are contested ideas, and the tension between them is what makes Pakistan an especially important case. Pakistan has neither fulfilled its potential nor the expectations of its founders and the people who gave their lives to make creation of Pakistan possible, but it is too big and potentially "too dangerous" for the "international community" to allow it simply to survive.

Regardless of all factors, the US has officially launched a war on the very basic ideology which is the basis of Pakistan. The state of Pakistan was thought to be more than a physical/legal entity that provided welfare, order, and justice to its citizens. Pakistan was to be an extraordinary state — a homeland for Indian Muslims and an ideological and political leader of the Islamic world. Providing a homeland to protect Muslims from the bigotry and intolerance of India's Hindu population was important. The Pakistan movement also looked to the wider Islamic world, however, and Pakistan's leaders have been concerned about the fate of other Muslim communities living under duress, stretching from Palestine to the Philippines.

This is exactly what is now known as "political Islam" of the "Islamists." This is what the 9/11 Commission has admitted to be the "Islamic ideology" and called for a war on this ideology. Pakistan has to be dismantled because its raison de'etre has no place in the modern world in which crusade on Islam is now officially recognized. Islamic ideology is the threat and a war on it has been declared. Now think about the following words and comments by the creators on Pakistan. Imagine any nation under occupation or any Muslim leader now saying the following words. They would perfectly fit the well-defined category on which a war has officially been declared. Note Pakistan's Great Leader, *Quaid-i-Azam* Muhammad Ali Jinnah's reference to the Qur'an, Jihad, Islam and giving protection to neighbours in the following words at a rally on October 30, 1947:

> If we take our inspiration and guidance from the Holy Qur'an, the final victory, I once again say, will be ours... Do not be overwhelmed by the enormity of the task... You only have to develop the spirit of the Mujahids. You are a nation whose history is replete with people of wonderful character and heroism. Live up to your traditions and add to another chapter of glory. All I require of you now is that everyone... must vow to himself and be prepared to sacrifice his all... in building up Pakistan as a bulwark of Islam and as one of the greatest nations whose ideal is peace within and peace without... Islam enjoins on every Mussulman to give protection to his neighbors and to minorities regardless of caste and creed

These are the words which are sufficient to instantly declare anyone an "Islamist" preaching "Islamism" at which the US is at war. The US expects from the "moderate Muslims" to care about their poverty alleviation and forget about their brothers and sisters under oppression and occupation outside their countries. Musharraf has clearly mentioned this in his televised speech on January 12, 2002 and other "moderates" in the pages of New York Times tells Muslims in America to be American and give preference to their sons and daughters in American over their suffering brothers and sisters in Palestine.

In the earlier stages of this crusade at the time of creation of Pakistan, when the Muslim League adopted the Pakistan resolution on March 23, 1940, which called for the establishment of a sovereign, independent, and Islamic country, the following day, Lord Zetland, Secretary of State for the colonial India, wrote of his apprehensions regarding this proposition to Lord Linlithgow, the British viceroy in New Delhi, saying:

> [T]he call of Islam is one which transcends the bounds of country. It may have lost some force as a result of the abolition of Caliphate by Mustafa Kamal Pasha, but it still has a very considerable appeal as witness for example Jinnah's insistence on our giving undertaking that Indian troops should never be employed against any Muslim state, and the solicitude which he has constantly expressed for the Arabs of Palestine.

These apprehensions were ignored for other reasons in 1947. However, creation of Pakistan on these grounds would have been impossible in 2004 and so is its survival at stake today when for the most powerful man in Pakistan words of its founders and the motive behind the

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 34

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: Abidjan@tanzeem.org)

Implications of Failure of the Idea of Pakistan

Views offered in this article are author's personal views and do not necessarily form the official stance of Nida-e-Khilafat. However, the analysis and the conclusions drawn here in are almost identical to the views already expressed by Dr.Israr Ahmad, founder Tanzeem-e-Islami, with the exception that according to Dr.Israr Ahmad there is every chance for Allah's mercy and forgiveness if we do "TAUBAH" (repentance) at individual as well as collective level.
In this context it is hoped that these views shall be taken in a positive sense and shall contribute as a wakeup call for Muslims of Pakistan. (Editor)

Dear countrymen! love Pakistan for it will not be there too long.
It is as hard to predict the future boundaries in South East Asia as it is easy to see that Pakistan will soon not be there as we know it.
Pakistan is not the United States whose invincibility is tied to its unmatched military power. Similarly, Pakistan's failure, or success, cannot be described in the language of state failure, which various objective criteria can measure.
Pakistan's failure is linked to the failure of the idea of Pakistan, which, regardless of being called a subjective and contentious matter, remains the only factor that speeds up or has the power to slow down it decent into the dust bin of history.
Pakistan is unlikely to fail as a state; the downward trend in many indicators of state failure can be halted. Even the problems of the lack of economic opportunity, the booming birth rate, and the weak educational system could be effectively addressed.
What cannot be addressed is losing the focus on the objective for which creation of Pakistan was demanded: the idea on which its foundations were laid down, and the justification which brought Pakistan into existence.
Pakistan is being undermined for one reason: it is not a trivial state. Its very size (it will soon become the world's fifth-most-populous state); its ties to many Arab and other Muslim states, especially Iran; its nuclear capabilities; and its critical geographic location mean that many powers also believe in the importance of Pakistan not surviving.
The days are gone when successive Pakistani governments used the argument of Pakistan's survival as a matter of regional stability when approaching others for support and resources. They used to argue that the failure of Pakistan would be a multidimensional geostrategic calamity, generating enormous uncertainties in a world that craves order and predictability. That is not seen a plausible argument anymore.
A Pakistan-less South Asia would not place Iran, India, and China at risk. Pakistan is no more one of China's staunchest friends as it used to be over the years. Iran would not be too deeply concerned about the fate of Pakistan's large Shi'a minority as the experience in Iraq shows and India would reap most of the fruits without any prospect of violence and disorder on its borders. Pakistan is no more needed to address the Afghan problem. It is now the other way round. Finally, the rest of the world would not be concerned about the disposition of a failing Pakistan's nuclear weapons and fissile material, which would end up in "safe hands."
Asking "which Pakistan is likely to quickly fizzle out?" provides another way of looking at Pakistan's imminent demise. A number of possible future scenarios exist that imply Pakistan's demise has become inevitable. The events of 2001 strengthened the hand of opportunist secularists at the center and weakened ethnic separatists. Thus, a replay of 1970 and a second partitioning of Pakistan are unlikely. If anything that can happen to it is total disappearance as a state.

Achieving the objective for which it was created is impossible. Due to political squabbling since day one and religious political parties changing their strategies the mass movement towards achieving the objective of Pakistan lost its strength after the creation of Pakistan. Religious parties exploited mass support in the form of demonstrating street power for achieving lesser and far deviated objectives than the objective which led to the creation of Pakistan. In the past, the religious parties received substantial support of Pakistan's intelligence agencies, who are now burying the evidence of this cooperation. The US is posing as if it had never pumped dollars into the religious parties when their services were needed for overthrowing Zulfiqar Ali Bhutto and *Jihad* against the enemies of America in Afghanistan. The way the present regime manipulated MMA and the way people are deluded by religious political parties, groups struggling in the name of Islam may never stage a comeback, they are very unlikely ever to transform Pakistan into the much-dreaded Islamic-state.

The are no signs of a demagogic or radical political movement emerging. Pakistan never had a truly leftist political movement; the hostility of the landowners, the alliance with the United States, the dominance of the army, and the conservatism of most Pakistanis enfeebled the left. Pakistan came closest to a radical political movement with the socialist government of Zulfiqar Ali Bhutto, who believed that only a populist movement could counter the army's power. There are no signs that such a leftist movement could be repeated in the future. If the present experiment with a mixed military/civilian dictatorship should collapse, an increase in the appetite for pure authoritarianism is more likely.

The full restoration of democratic government and the efficient rebuilding of the Pakistani state is a future that is clearly impossible. Although most "establishment" Pakistanis are formally committed to the restoration of democracy, most are also uncomfortable with the idea of mass democratic politics. In Pakistan, democracy is still the avocation of the rich and influential, seen more as a civic obligation than a career. On this issue, Pakistan is well ahead of many Arab states but far behind thoroughly politicized and democratized India or Sri Lanka, and even behind Bangladesh. A truly democratic Pakistan is unlikely to emerge as the US has pinned all its hopes in the military and military is being trained on how to remain loyal to Washington and committed to gradual secularisation. The US mistrust by the politicians the military's self-interest prevent the army from giving